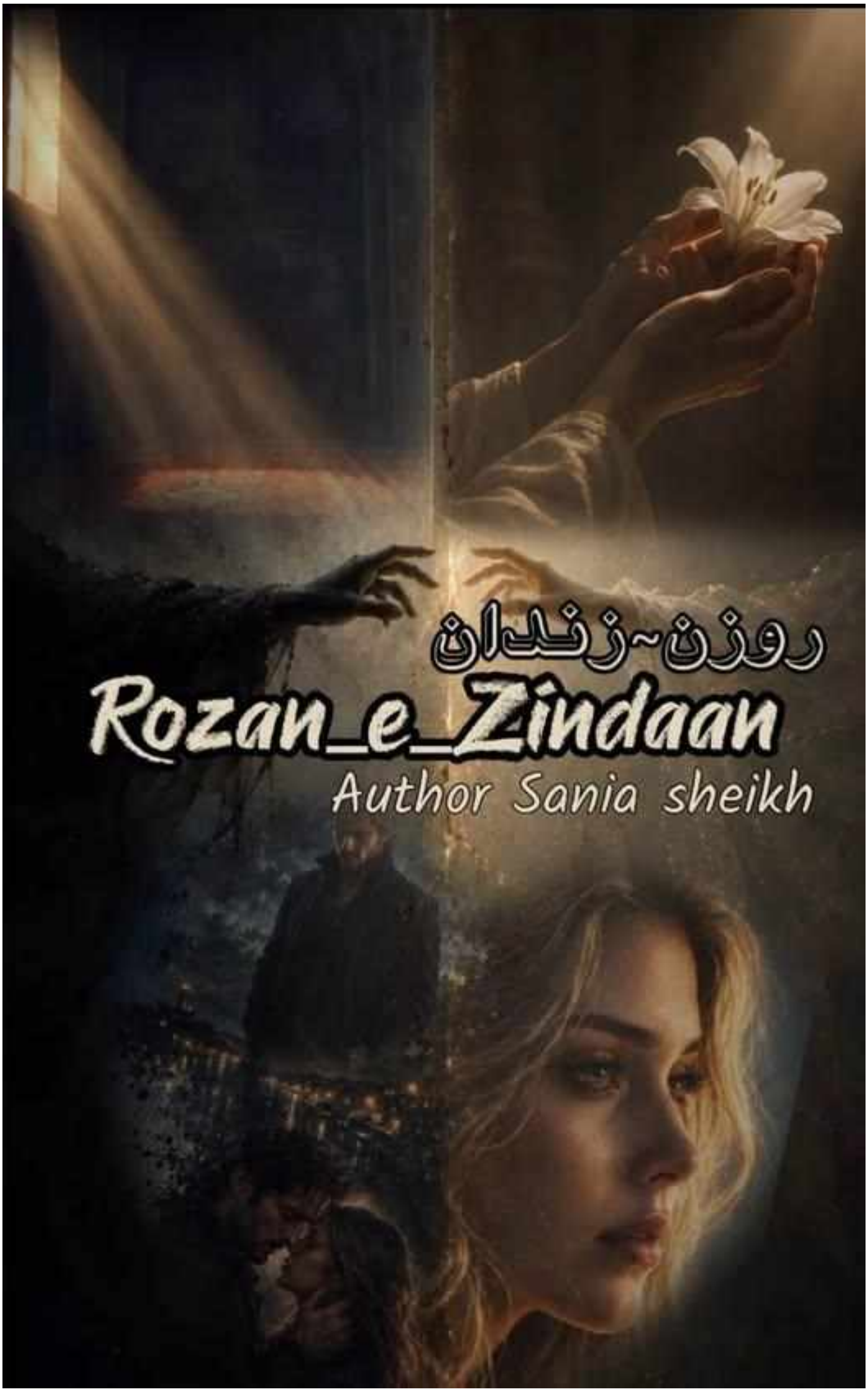
روزن~زندان
Rozan_e_Zindaan
Author Sania sheikh

Rozan_e_Zindan

روزنِ_زندان

A_Last_light_of_hope

Author_Sania_Sheikh

....

انتساب

ایک روشنی،ایک امید،ایک سفر

ان صابرین کے نام جو زندگی کی کٹھن اور ناہموار راہوں پر تھک کر بھی ہار نہیں مانتے ان بہادروں کے نام

جو دوسروں کے لئے آسانیاں پیدا کرتے ہیں اور ان کے نام جن کے دل شفاف اور معصوم ہیں ۔

"میرے ان تمام ریڈرز کے نام جو مجھے پسند کرتے ہیں"

....

قسط 1-5

رات کی گہری سنسناہٹ میں ہولناکی تھی۔ کھڑکی کے کھلے پٹوں سے ہوا کے سرد جھونکے کمرے میں داخل ہو کر پردوں کو بے ترتیبی سے ہلا رہے تھے۔ فرزام سکندر گہری نیند میں تھا مگر اس کی روح کسی ان

دیکھی آگ میں جل رہی تھی۔ خواب میں اسے اپنا ماضی نظر آ رہا تھا شعلوں میں گھرا ہوا ماضی جہاں اس کا وجود گناہوں کی تپش میں راکھ ہو رہا تھا۔

"اللہ کرے تم مر جاؤ سکندر تم مر جاؤ ----"

یکدم اس کی آنکھ کھلی اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اور پورا جسم پسینے میں شرابور تھا ۔ اس کا کسرتی جسم خوف اور ندامت کے احساس سے کانپ رہا تھا جبکہ اس کی گہری چمکتی ہوئی آنکھوں میں درد اور اضطراب کا طوفان تھا۔ اس نے اپنی پیشانی پر آیا پسینہ پونچھا اور اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام کر ماضی کے عذاب کو ذہن سے جھٹکنے کی کوشش کی۔ پھر وہی خوفناک سیاہ رات۔ وہی خواب وہی ندامت وہی شرمندگی ۔

"میرے اللہ مجھے سکون کب ملے گا ۔۔ میں کب تک اس آگ میں جلتا رہوں گا ۔۔ میں ندامت سے راکھ ہو رہا ہوں ۔ مجھے معاف کر دے میرے اللہ"

اس نے اپنے ہی گال پر ایک زور دار تھپڑ مارا تھا ---

"اس ندامت سے اچھی تو موت ہے یا رب --- مجھے وہ طریقہ بتا دے جو میرے گناہوں کو معاف کروا دے ---"

فرزام سکندر آج پھر پھوٹ پھوٹ کر رو رہا تھا ---اس کے ماضی نے ایک بار پھر اپنا گہرا وار کیا تھا ۔ وہ انسان جس سے دنیا ڈرتی تھی وہ خود اللہ کے خوف سے کانپ رہا تھا ۔۔ وہ اپنی زندگی سے ہار چکا تھا --- دنیا پر اپنا رعب اور دبدبہ رکھنے والا وہ بھرپور مرد اندر سے خالی اور ٹوٹا ہوا تھا ---

"ماضی اگر داغدار ہو تو انسان دنیا سے لڑنے سے پہلے خود سے ہار جاتا ہے۔"

رات کے سناٹے کو چیرتی ہوئی فجر کی روح پرور آذان کی آواز فضا میں گونجی۔

"الصلاۃ خیر من النوم"

آذان کے الفاظ نے اس کے بے چین دل کو سکون سا ملا اور ساتھ ہی ندامت کی لہر اس کے جسم کے پور پور میں سرائیت کر گئی۔

وہ بستر سے اٹھا اور وضو کے لیے بیسن کا ٹیپ کھولے پانی کو حسرت سے دیکھتا رہا۔۔کاش اس پانی کی طرح اس کا دل بھی شفاف ہو جاتا۔۔ کاش پانی کی ایک ایک بوند سے اس کے گناہوں کی سیاہی بھی دھل سکتی۔ ٹھنڈے پانی کی پہلی دھار جب اس کے ہاتھوں پر گری تو اس کے لبوں سے ایک درد بھری آہ نکلی۔

"کاش اس پانی کی دھار کے ساتھ میرے ہاتھوں سے چھوٹنے والی گناہوں کی سیاہی بھی دھل جائے"

منہ میں پانی ڈال کر کلی کرتے ہوئے وہ دل ہی دل میں تڑپ اٹھا۔۔۔اور یہ ہر دوسرے تیسرے دن کا معمول تھا۔

"یا رب میری اس زبان کو پاک کر دے جس نے جانے کتنے غلط الفاظ بولے کتنی دل آزاریاں کیں"

ناک میں پانی ڈالتے ہوئے اس نے عاجزی سے فریاد کی۔

"مولا اس پانی کے ساتھ میری روح میں رچ بس جانے والی گناہ کی بدبو کو بھی باہر بہا دے"

جب اس نے اپنے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے تو ندامت کے گرم آنسو ٹھنڈے پانی کے قطروں کے ساتھ شامل ہونے لگے۔

"اس چہرے کو بخش دے یا اللہ جو تیری نافرمانیوں کے بوجھ سے سیاہ ہو چکا ہے"

بازو دھوتے اور سر کا مسح کرتے ہوئے وہ مسلسل اپنے رب سے معافی کی بھیک مانگتا رہا یہاں تک کہ جب پاؤں کی طرف بڑھا تو بولا --

"میرے اللہ ان قدموں کو آئندہ کبھی برائی کی راہ پر بھٹکنے نہ دینا"

فرزام نے اپنا چہرہ شیشے میں دیکھا --- وہ چہرہ جس پر لڑکیاں مرتی تھیں مگر اسے اس وقت خود کا چہرہ بدصورت ترین لگ رہا تھا --اچانک کسی کی آواز نے اس کے دل کی دنیا ہلا دی ---

"اللہ کرے تمہیں کبھی سکون نصیب نہ ہو ----ساری عمر تڑپو گے تم سکندر ---- میری بدعائیں ساری عمر تمہارا پیچھا کریں گی --"

"نہیں -----نہیں -----رکو ----میری بات سنو ---"

فرزام نے چونک کر دیکھا مگر وہاں کوئی نہیں تھا ۔

"تمہیں پتا ہے سکندر تم مجھے دنیا کے بدصورت انسان لگتے ہو"

وہ آواز ایک بار پھر اس کی سماعتوں سے ٹکرائی ---

فرزام گھبرا کر جلدی سے باہر نکل آیا تھا -- مگر وہ آوازیں دور تک اس کا پیچھا کرتی رہیں ۔

وضو کے بعد وہ مسجد کی طرف چل دیا۔ اس کا مضبوط کسرتی وجود بجھے ہوئے دل کے ساتھ مسجد کے اندر داخل ہوا ۔

نماز کے دوران جب وہ سجدے میں گیا تو اس کا تمام ضبط ٹوٹ گیا۔ سجدے میں سر رکھے اس کا پورا جسم ہچکیوں سے کانپنے لگا۔ اس کی گہری چمکتی آنکھوں سے آنسوؤں کا سمندر بہہ کر مصلے کو بھگونے لگا۔ وہ

URDU NOVELS MAG

اپنے ماضی کی سیاہی اپنی غلطیوں اور اپنے رب کی نافرمانیوں پر زار و قطار رو رہا تھا۔ سچی توبہ اور ندامت کے ساتھ اپنے مالک کے آگے معافی کا طلب گار تھا۔

"کائنات کا کوئی ترازو انسان کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا لیکن ندامت کا ایک شفاف قطرہ رب کی بے پناہ رحمت کو جوش میں لانے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ سچی توبہ انسان کو ماضی کی سیاہی سے آزاد کر کے رب کی رضا کے نور میں ڈھال دیتی ہے۔ جب بندہ اپنے تمام غرور کو توڑ کر سجدے میں بکھرتا ہے تو اصل میں وہی وقت اس کی ٹوٹتی ہوئی روح کے جڑنے اور ایک نئی پاکیزہ زندگی کے آغاز کا ہوتا ہے۔"

(لمحہ فکریہ)

....

"قیس بس تھوڑا قریب اور---"

درخت کے نیچے کھڑے حمزہ نے دونوں ہاتھ منہ کے گرد رکھ کر آواز لگائی۔

"اب ٹھیک ہے؟"

درخت پر چڑھا قیس مزید آگے ہوا--

"نہیں قیس دوسری طرف"

"کونسی دوسری طرف؟"

قیس مزید اپر نہیں چڑھ پا رہا تھا---اسے اس لیچی کے درخت سے اب ڈر لگ رہا تھا--- مگر نیچے کھڑے دوستوں پر مردانگی بھی تو دکھانی تھی ورنہ اس کی پوری یونیورسٹی میں بینڈ بج جاتی--

"یار دیکھ وہ والی"

حمزہ نے اشارہ کیا۔

"کون سی والی؟"

قیس اب جان کے انجان بن رہا تھا۔

"جس طرف لیچی ہے"

"وہ تو مجھے بھی نظر آرہی ہے"

"تو پھر اتار نا "

کسی نے آواز لگائی۔

URDU NOVELS MAG

نیچے کھڑے سب لڑکے لڑکیاں ہنس پڑے۔

قیس نے ایک شاخ مضبوطی سے پکڑی اور دوسری طرف ہاتھ بڑھایا۔

بس انگلیاں گچھے تک پہنچنے ہی والی تھیں کہ شاخ ذرا سی ہلی اور ساتھ ہی قیس کا پیر بھی --

"اووووووو"

نیچے کھڑے سب کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

قیس نے خوف سے شاخ پکڑ لی۔

"چپ کرو یار"

وہ نیچے دیکھتے ہوئے چلایا --

"ہم تو حوصلہ بڑھا رہے ہیں"

حمزہ نے ہانک لگائی ---

"تم حوصلہ نہیں بڑھا رہے میری جان نکال رہے ہو"

قیس کی بے بسی پر سب کا قہقہہ بلند ہوا۔

وہ تقریباً پانچ منٹ سے اسی ایک گچھے کے پیچھے اپنی مردانگی داؤ پر لگا چکا تھا مگر لیچی تھی کہ ہاتھ آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

"قیس درختوں پر چڑیلیں بھی ہوتی ہیں ذرا خیال سے کوئی چپک گئی تو آج تیرا آخری دن ہوگا"

URDU NOVELS MAG

زیشان نے اسے مزید خوفزدہ کیا ---

قیس نے خوف سے اپنے ہاتھ پیچھے کیے اور اس گھنے لیچی کے درخت کو دیکھا خوف کی لہر اس کی ریڑ کی ہڈی میں سرایت کر گئی ۔

"تم سب جاؤ بھاڑ میں ---میں نہیں اتار رہا کوئی لیچی"

وہ ذیشان کی باتوں سے ڈرتا ہوا نیچے اترا --

"یار تو کم از کم ایک تو لیچی اتار لیتا --"

حمزہ نے اسے گھورتے ہوئے کہا ---

"بیٹا خود چڑھ کر دیکھ وہ بہت دور ہے یہ تو میری ہمت ہے میں اتنا بھی چڑھ گیا ورنہ تم لوگ تو اتنا بھی نہ کر سکو ۔"

قیس نے اپنی سبکی چھپانے کی کوشش کی۔

سٹوڈنٹس کے جھرمٹ میں یمنہ کافی دیر سے یہ تماشہ دیکھ رہی تھی وہ سر مارتی ہوئی نکل کر آگے آئی اور اپنا دوپٹہ مضبوطی سے کمر پر باندھا۔

"ہٹو "

وہ قیس کے سامنے آ کر بولی۔

"کیا کہا ؟"

"انچا سنتے ہو کیا؟ میں نے بولا سائیڈ پر ہو جاؤ"

یمنہ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے ہٹنے کو کہا ۔

"تم چڑھو گی اپر؟"

قیس نے حیرت سے پوچھا۔

"ہاں کوئی تکلیف؟"

یہ سنتے ہی سب لڑکے زور سے ہنسنے لگے۔

"یمنہ یہ درخت ہے ذرا اپنا سائز دیکھو اور اس درخت کو دیکھو "

قیس اس کا مذاق اڑاتے ہوئے بولا --

"یہ دوپٹے والیوں کا کام نہیں ہے --"

یمنہ اقبال کی آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں ۔

URDU NOVELS MAG

"کونسا ایسا کام ہے جو آج کے دور میں دوپٹے والیاں نہیں کر سکتیں ؟"

وہ کمر پر ہاتھ رکھے اس سے پوچھ رہی تھی ۔

قیس جھنجھلا اٹھا ۔

"دیکھو یمنہ میں بحث نہیں کرنا چاہتا مگر یہ تمہارے بس کی بات نہیں ہے بلاوجہ ٹانگ تڑوا لو گی تو یونیورسٹی میں ٹاپ کرنے کا تمہارا ارادہ ہی رہ جائے گا"

قیس اس کا مذاق اڑاتا ہوا ہنسنے لگا ۔۔

یمنہ نے اسے تاسف بھری نگاہوں سے دیکھا ۔

"یمنہ اقبال کو ہمیشہ جیتنے کی عادت ہے اور میں جس بات کا ارادہ کر لوں تو اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی میرے حوصلے کو پست نہیں کر سکتا"

قیس نے کچھ کہنے کے لیے اپنا منہ کھولا ہی تھا کہ

یمنہ نے قیس کی بات کو مکمل طور پر نظر انداز کیا اور جھٹکے سے قیس کو پیچھے کیا ۔ اس نے درخت کے تنے کو پکڑ کر اپنا قدم اپر جما لیا۔ اس کی اس چستی نے نیچے کھڑے سب کو ششدر کر دیا۔

قیس حیرت سے منہ کھولے اسے دیکھتا ہی رہ گیا کیونکہ جس لڑکی کا وہ مذاق اڑا رہا تھا وہ چند ہی سیکنڈز میں درخت کی پہلی بڑی شاخ پر موجود تھی۔

ایک شاخ پر قدم رکھا دوسری پکڑی اور پھر بالکل آرام سے لیچی کے گچھے تک پہنچ گئی۔

"یہ رہا"

URDU NOVELS MAG

اس نے گچھا توڑا اور نیچے اچھال دیا۔اب وہ دوسرے گچھے کی طرف بڑھی ۔

"یمنہ... یمنہ... یمنہ"

نیچے کھڑی مزنہ اور آہانہ نے تالیاں بجاتے ہوئے اس کا نام پکارنا شروع کر دیا۔ ان کی پرجوش آوازیں سن کر باقی لوگوں میں بھی جوش بھر گیا۔ حمزہ اور ذیشان جو ابھی تک قیس پر ہنس رہے تھے اب وہ بھی پوری قوت سے نعرے لگانے لگے ۔۔

"یمنہ... یمنہ... یمنہ"

قیس کا چہرہ دیکھنے لائق تھا شرمندگی کے تمام رنگ اس کے چہرے پر واضح تھے۔ یمنہ نے نیچے دیکھے بغیر بڑی مہارت سے بقیہ فاصلہ طے کیا۔ وہ بغیر کسی خوف کے بالکل اسی شاخ تک پہنچ گئی جہاں لیچی کا وہ لال اور رسیلا گچھا لٹک رہا تھا جس کے سامنے قیس کی تمام بہادری ڈھیر ہو گئی تھی۔

اس نے ایک ہاتھ سے مضبوطی سے شاخ کو تھاما اور دوسرے ہاتھ سے ایک ہی جھٹکے میں ایک اور خوبصورت گچھا توڑ لیا۔ نیچے کھڑے دوستوں کا جوش اب آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔ حمزہ نے زور دار سیٹی بجائی ۔۔

"یہ لو اپنی لیچی "

یمنہ نے اوپر سے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ آواز لگائی اور گچھا نیچے حمزہ کی طرف کیچ کروا دیا۔

"تھنک یو سپر وومن"

حمزہ نے ہوا میں ہی گچھا تھاما اور قیس کے کاندھے پر تھپکی دیتے ہوئے بولا۔

"بیٹا اسے کہتے ہیں وومن پاور"

وہ جتنی پھرتی سے اپر چڑہی تھی اتنی ہی مہارت سے نیچے بھی اتری --

سب قہقہے لگاتے ہوئے یمنہ کو داد دینے لگے جبکہ قیس اپنا سا منہ لے کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ یمنہ نے مہارت سے نیچے قدم رکھا ہاتھ جھاڑے اور کمر سے دوپٹہ کھول کر شانے پر ڈالا اور قیس کے سامنے فاتحانہ انداز میں کھڑی ہوئی --

"یہ لو"

یمنہ نے ایک گلی سڑی ہوئی لیچی اس کی ہتھیلی پر رکھی ۔

"تمہاری صحت کے لئے یہ بہت ہے"

وہ مسکراتی ہوئی اپنے بیگ کی طرف بڑھی اور ایک چھوٹا سا دوپٹہ نکال کر دوبارہ قیس کے سامنے آن کھڑی ہوئی --

"یہ لو --اس کی ضرورت تمہیں مجھ سے زیادہ ہے --اسے سنبھال کر رکھنا زندگی کے ہر موڑ پر تمہیں یاد رہے گا کہ کوئی یمنہ اقبال تھی جس نے یہ دوپٹہ تمہیں دیا تھا ۔"

وہ دوپٹہ اس کے گلے میں ڈالتی حمزہ سے آدھی لیچیاں لیتی مزنہ اور آہانہ کی طرف بڑھی جو اس ساری فلم کو خوب مزے لے کر انجوائے کر رہی تھیں ۔

اس کے پیچھے سب کی تالیاں تھیں جو اسے اس کی جیت کا احساس دلا رہی تھیں ---

"قیس لیچی بھی گئی اور تیری عزت بھی --"

حمزہ نے اپنی ہنسی روکتے ہوئے کہا ۔

قیس نے وہ دوپٹہ گلے سے اتار کر نیچے پھینکا ۔

"ہاں تو میں جا رہا تھا دوبارہ اپر ---یہ تو کوئی بچہ بھی اتار لیتا"

اس نے اپنی ناکام صفائی پیش کرنے کی کوشش کی۔

"بھائی... تیرے ساتھ بڑی ستھری ہوئی ہے"

برابر کھڑے ذیشان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے لیچی اپنے منہ میں ڈالی --

"تم دونوں میرے دوست ہو یا دشمن؟"

قیس نے باری باری دونوں کو گھورا ۔

URDU NOVELS MAG

حمزہ نے قہقہہ لگاتے ہوئے ایک اور لیچی توڑی --

"تیرے لیے بہتر یہی ہے کہ اب اگلے دو تین ہفتے گھر پر بیٹھ اور ہاں دوپٹہ لینا مت بھولنا کسی نے بڑی عزت سے پہنایا ہے"

حمزہ کی اس بات پر وہاں موجود تمام لڑکے اور لڑکیاں بے ساختہ ہنس پڑے۔ قیس کا چہرہ غصے اور شرمندگی سے مزید سرخ ہو گیا۔ اس نے زمین پر پڑے دوپٹے کو دیکھا جس پر اب سب کی نظریں جمی ہوئی تھیں پھر اپنے دونوں دوستوں کو خوار نظروں سے گھورا۔

"تم دونوں سے تو میں بعد میں نمٹوں گا "

"ڈوب مرو تم دونوں ----"

قیس نے دانت پیس کر کہا اور پیر پٹختا ہوا آگے بڑھ گیا --

"اوئے ہیرو دوپٹہ تو اٹھاتا جا "

پیچھے سے ذیشان نے چھیڑتے ہوئے آواز لگائی جس پر قہقہوں کا ایک نیا طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪

"ہائے یمنہ کیا انٹری ماری ہے تو نے قسم سے دل خوش کر دیا"

مزنہ نے جھٹ سے آگے بڑھ کر یمنہ کے دونوں گالوں پر باری باری پیار کیا جیسے ابھی کوئی بہت بڑا معرکہ سر کر کے آئی ہو۔

آہانہ بے اختیار ہنس پڑی۔

"کم از کم اب وہ موصوف دوبارہ اپنی نام نہاد مردانگی دکھانے کی جرات تو نہیں کریں گے۔"

وہ آنکھ دبا کر بولی تو یمنہ نے شرارت سے اسے دیکھا۔

"اور اگر کی تو؟"

"تو پھر ہم تینوں مل کر اس کی مردانگی کو یونیورسٹی کے گیٹ سے باہر چھوڑ آئیں گی۔"

مزنہ نے لقمہ دیا۔

تینوں کا ایک ساتھ قہقہہ بلند ہوا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ کینٹین کے قریب ایک سایہ دار بنچ پر بیٹھی تھیں۔ یمنہ جو لیچی کا گچھا ساتھ لائی تھی اسے دیکھتے ہی مزنہ کی آنکھوں میں ایسی چمک آئی جیسے کسی بھوکے کو سامنے بریانی کی دیگ نظر آ گئی ہو۔

اس نے بغیر وقت ضائع کیے ایک کے بعد ایک تین لیچیاں چھیل کر منہ میں ڈال لیں۔

آہانہ نے اسے گھورا۔

"اے موٹی اکیلی ہی ساری ہڑپ کر جائے گی کیا؟ کچھ ہمارے لیے بھی چھوڑ دے"

مزنہ نے ہاتھ روک کر اسے گھورا۔

"خبردار موٹی کس کو بولا؟"

"تجھے۔"

"یہ موٹاپا نہیں ہے محترمہ یہ خاندانی رونق ہے۔۔۔مجھے دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ کھاتے پیتے گھرانے سے ہوں ۔۔اور جتنی محنت سے یمنہ نے یہ لیچی توڑی ہے میرا اخلاقی فرض ہے کہ میں اس کی حوصلہ افزائی کروں"

URDU NOVELS MAG

مزنہ نے بڑے فخر سے اپنی کمر پر ہاتھ رکھا۔

آہانہ نے قہقہہ لگایا۔

"ہاں ہاں دنیا کی ساری اخلاقی ذمہ داری تیرے ہی پیٹ کے حصے میں آئی ہے۔ تیرا یہ دوزخ تو کبھی بھرتا ہی نہیں"

"دیکھ آہانہ میرے پیٹ کو دوزخ کہا نا تو میں تیری دوستی ختم کر دوں گی۔"

وہ خفگی سے بولی ۔

"ارے چل ہٹ تیری دھمکیوں سے کون ڈرتا ہے"

"پھر تیرے ساتھ لیچی بھی شیئر نہیں کروں گی۔"

آہانہ نے ہاتھ بڑھا کر گجھا چھیننے کی کوشش کی۔

مزنہ نے گجھا سینے سے لگا لیا۔

"دور رہ پہلے معافی مانگ۔"

"کس بات کی؟"

"میرے وجود کی توہین کی ہے تو نے"

یمنہ دونوں کو دیکھ کر ہنستے ہنستے دوہری ہو گئ۔ پھر اس نے گچھے سے چند لیچیاں توڑ کر مزنہ کے ہاتھ میں تھما دیں۔

"یہ لو یہ بھی ٹھونس لو۔ شاید تمہاری اخلاقی ذمہ داری پوری ہو جائے۔۔اور تمہارے اس وجود کی بے حرمتی بھی نہ ہو"

آہانہ کا قہقہہ قابل دید تھا۔۔ مزنہ ناراضگی سے رخ موڑ چکی تھی ۔

"اڑا لو مذاق آج سب نے مل کر مجھے ہی نشانہ بنایا ہوا ہے۔"

یمنہ نے ہنستے ہوئے اس کی گردن میں باہیں ڈال کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

"ارے میری جان مذاق کر رہے تھے۔ سوری"

وہ کان پکڑ کر معصوم سی شکل بنانے لگی۔

آہانہ نے بھی اپنے کان پکڑ لیے۔

"سوری ہماری موٹی رانی"

مزنہ نے گھور کر اسے دیکھا۔

"پھر موٹی"

مزنہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

وہ تینوں جانتی تھیں کہ مزنہ کبھی زیادہ دیر ناراض رہ ہی نہیں سکتی تھی۔ اس کا غصہ بھی اس کی طرح مختصر اور معصوم تھا۔

"خبردار آج کے بعد اگر تم دونوں نے میرے موٹاپے پر چوٹ کی تو...۔گھر والے کم ہیں کیا جو تم لوگ بھی ان کی فہرست میں کھڑے ہو گئے ہو"

وہ انگلی اٹھا کر دونوں کو دھمکانے لگی۔

"گھر والوں کو کیا تکلیف ہے ؟"

آہانہ نے تجسس سے پوچھا۔

"پتا نہیں کون سے مروڑ ان کے پیٹ میں اٹھتے ہیں کسی کے باپ کا نہیں کھاتی اپنے باپ کا کھاتی ہوں۔۔کھاتی میں ہوں تکلیف انہیں ہوتی ہے"

وہ اپنی کہانی سناتے ہوئے ساری لپچیاں صاف کر چکی تھی ۔

"تم انکا حصہ بھی کھا جاتی ہو گی اس لئے انہیں تکلیف ہوگی"

آہانہ نے ایک بار پھر اسے چھیڑا ۔

"بس کرو آہانہ ۔۔"

URDU NOVELS MAG

یمنہ نے اسے وہیں ٹوک دیا تھا۔۔

"تمہارے بھلے کے لیے ہی بولتے ہوں گے مزنہ ۔۔تمہارا فیونسی تو کافی فٹ ہے ۔۔۔۔اور تمہاری شکل اتنی پیاری ہے ماشاءاللہ تو سب چاہتے ہوں گے کہ چاند اور سورج کی جوڑی لگے"

آہانہ نے یمنہ کی طرف دیکھتے ہوئے تائید چاہی

"یار اب اتنی بھی موٹی نہیں ہوں میں"

مزنہ نے فخر سے سر اٹھایا۔

"مزنہ آہانہ ٹھیک کہتی ہے تمہیں خود پر تھوڑی سی توجہ دینی چاہیے ۔۔۔۔تمہاری منگنی جس خاندان میں ہوئی ہے وہ کافی رچ ہیں تمہاری ساس بھی کافی ماڈرن خاتون ہیں لیکن اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں ہے کہ تم خود پر توجہ دینا چھوڑ دو ۔۔"

یمنہ نے اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

میرا ماننا ہے کہ سچی محبت کا تعلق انسان کی روح" اور ذات سے ہوتا ہے ظاہری سراپے سے نہیں۔ جسے آپ سے واقعی محبت ہوگی وہ آپ کو ہر حال میں بغیر کسی شرط کے اپنائے گا۔ "۔"

مزنہ نے کندھے اچکا کر لاپرواہی سے کہا ۔

یمنہ نے گہری سانس لیتے ہوئے اس کا ہاتھ تھاما ۔۔

"دیکھو میری جان یہ باتیں سننے میں تو یہ بہت اچھی لگتی ہیں لیکن عملی زندگی کا سچ تھوڑا الگ ہوتا ہے۔ محبت دل سے ہوتی ہے اس میں کوئی شک نہیں لیکن انسان اپنی دیکھ بھال کیسے کرتا ہے اور خود کو کیسے پیش کرتا ہے یہ بات بھی بہت اہمیت رکھتی ہے۔ صرف اس امید پر بیٹھنا کہ کوئی تمہارے ظاہری

روپ کو بالکل نظر انداز کر دے تھوڑا غیر حقیقی ہے۔ اپنے آپ کو فٹ اور پریزینٹیبل رکھنا بھی خود سے محبت ہے"

یمنہ نے اسے حقیقت کا راستہ دکھایا۔۔۔

مزنہ نے نفی میں سر ہلا کر اس کی بات سے اختلاف کیا۔

"یمنہ پھر تو یہ محبت نہیں بلکہ ایک قسم کی سودے بازی ہے۔ اگر تعلق صرف فٹنس اور ظاہری نمائش پر قائم ہونا ہے تو پھر اس میں خلوص کہاں رہا؟ جو شخص میرے وزن کے بدلنے سے اپنا رویہ بدل لے اسے میری ذات سے نہیں بلکہ میری ظاہری ساخت سے غرض ہے۔"

یمنہ نے تاسف بھری نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"پیاری تم میری بات کو غلط رنگ دے رہی ہو۔ میں تمہاری ظاہری ساخت کی نہیں بلکہ تمہاری صحت اور خود اعتمادی کی بات کر رہی ہوں۔ محبت میں ایک دوسرے کو سنوارنا اور بہتر دیکھنا کوئی سودے بازی نہیں ہوتی۔۔"

"یار تم دونوں کس بحث میں پڑ گئی ہو۔۔"

آہانہ نے دونوں کے درمیان بڑھتے ہوئے تناؤ کو محسوس کرتے ہوئے بات کو بدلنا چاہا۔

اچھا یہ سب چھوڑو۔ سب یہ بتاؤ یونیورسٹی کے بعد کیا کیا کرنا ہے؟"

دونوں کچھ لمحوں کے لیے خاموش ہو گئیں۔

"میرا گول تو بالکل صاف ہے۔"

URDU NOVELS MAG

یمنہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا۔

"مجھے ابھی مزید پڑھنا ہے اپنے گھر کے حالات ٹھیک کرنے ہیں اور سب سے بڑھ کر اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔۔۔۔مگر۔۔۔"

اس نے بات ادھوری چھوڑی ۔۔۔

"مگر کیا ؟"

دونوں ایک آواز میں بولیں ۔

"مگر یہ کہ ۔۔۔۔ یہ سب میرے خیالی پلاؤ ہیں ۔۔۔میرے پاس اتنے پیسے نہیں کہ میں مزید پڑھ سکوں ۔۔۔"

URDU NOVELS MAG

وہ مایوسی سے بولتی ہوئی اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگی ۔ جن بچوں کو پڑھا رہیں ہوں وہ مجھے دو وقت کی روٹی کے لئے گھر میں دینا پڑتے ہیں ۔"

"ویسے یار کبھی کبھی میں سوچتی ہوں تو اس مرغی کے ڈربے میں کیسے رہتی ہے؟"

آہانہ کو سوچ کر بھی جھرجھری آئی ۔

"تو کہاں جاؤں؟یہ سب تو نصیب کی بات ہے تم ہی بتاؤ۔ اسکالرشپ پر پڑھ رہی ہوں ورنہ میری سوتیلی ماں نے تو کب کا مجھے گھر سے نکال دیا ہوتا۔"

"لیکن تو برداشت کیسے کر لیتی ہے؟"

آہانہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

"جب انسان کے پاس جانے کے لیے کوئی جگہ نہ ہو نا آہانہ... تو وہ برداشت کرنا سیکھ لیتا ہے----میرے پاس صبر کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں"

"اور وہ تیرا خبیث سوتیلا بھائی ؟"

مزنہ کے سوال نے اسے مزید دکھی کر دیا ۔

"وہ گھر بیٹھے ہی خباثت میں پی ایچ ڈی کر رہا ہے ---نشہ اور جوا ---بس دو ہی کام ہیں اس کے"

اس کے لہجے کی تھکن ان دونوں کو بھی اداس کر گئی تھی ۔

یمنہ نے دونوں کے چہروں کو بغور دیکھا ۔

"تم دونوں کے چہرے کیوں اداس ہو رہے ہیں ؟

ویسے بھی مجھے ان لوگوں کے بارے میں سوچنے کے بجائے اپنی زندگی کے بارے میں سوچنا ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے... اس گھر سے میری قسمت نہیں بدلے گی لیکن میری تعلیم میری زندگی ضرور بدلے گی --پیسے نہیں ہیں تو کیا ہوا ---دماغ تو ہے ---اور یمنہ اقبال کبھی ہار نہیں مانتی"

آہانہ نے مسکراتے ہوئے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ ہوئی نا بات ---"

"بدلے گی انشاءاللہ ---دوست کس لئے ہوتے ہیں یار ---ہم تمہیں سپورٹ کریں گے اور ہم تینوں مل کر دیکھیں گے کہ یونیورسٹی کے بعد ہماری زندگیاں کہاں پہنچتی ہیں۔"

مزنہ نے بھی ہاتھ آگے بڑھایا۔

"مجھے تو معاف رکھو مجھے نہیں پڑھنا اور --پتا نہیں میں یہ بھی کلئیر کروں گی یا نہیں --- میری بلکل تیاری نہیں ہے امتحان سر پر کھڑے ہیں"

وہ منہ بسورتے ہوئے معصومیت سے بولی ۔

"تو تم کیوں پڑھنے لگیں ؟ ---تیرے تو دولہے راجہ آئیں گے لینے تو اب پیا کے گھر جانے کی تیاری کر "

آہانہ نے اسے گدگدی کرتے ہوئے چھیڑا ۔

"اللہ تیری زبان مبارک کرے ---میں تو دن رات شادی کی دعائیں مانگتی ہوں ---کم از کم یہ روز رات کے برتن دھونے سے تو جان چھوٹے گی ---- جب دیکھو برتن برتن برتن ----افففف ---- مجھ سے نہیں ہوتے یہ گھر کے کام شام ---

وہ دونوں ایک بار پھر اس کی بے سرو پا باتوں پر مسکرانے لگیں ۔

"ہاں سچی مت ہنسو تم دونوں کم از کم ان کتابوں سے تو میری جان چھوٹ جائے گی --- بابا مجھ سے نہیں ہوتی پڑھائی شادی ہی بہتر آپشن ہے میرے لئے"

مزنہ کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے بولی ---

پھر اچانک اس نے کمر پر ہاتھ رکھے اور آہانہ کو گھورا۔

"ویسے میری شادی کی فکر چھوڑو اپنی بتاؤ مس آہانہ حیدر تمہاری رخصتی کب ہے؟"

آہانہ کے چہرے پر ارشام کے ذکر پر دلکش سی مسکان پھیل گئی۔ دل تیزی سے دھڑکا تھا ۔

"پیپرز کے بعد۔۔۔سنا ہے آج شام بڑوں نے ڈیٹ فکس کرنی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے اس کے چہرے پر اپنے شریکِ سفر کے نام کے سارے رنگ اتر آئے تھے۔

یمنہ نے محبت پاش نظروں سے اسے دیکھا۔

"مطلب تم بھی پیا کو پیاری۔۔۔"

پھر مصنوعی ناراضی سے بولی۔۔

"تم دونوں مجھے مت بھول جانا۔"

"ارے پاگل ہم تینوں میں سے کوئی کسی کو نہیں بھولے گا۔"

آہانہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"بھلا بچپن کے دوست بھی کبھی چھوٹتے ہیں؟"

مزنہ بھی دونوں کے گلے لگ گئی۔

کچھ لمحوں کے لیے تینوں یونہی ایک دوسرے سے لپٹی رہیں۔

یہ وہ دوستی تھی جس نے ان کے بچپن کے بےفکر دن بھی دیکھے تھے اور جوانی کی دہلیز پر آتے ہوئے ان کے خواب بھی۔ وہ ایک دوسرے کی خوشیوں میں ایسے شامل تھیں جیسے خوشی تین حصوں میں تقسیم ہو کر تینوں کی ہو جاتی ہو اور دکھ آتا تو تینوں مل کر اس کا بوجھ اٹھاتیں۔

مگر زندگی ہمیشہ ایک جیسی کہاں رہتی ہے؟

URDU NOVELS MAG

کل شاید کسی کے ہاتھ میں نکاح کی مہندی ہو کسی کے ہاتھ میں نئ زندگی کی ڈور اور کسی کے ہاتھ میں اپنے خوابوں کو حقیقت بنانے کی جدوجہد۔

آہانہ نے اچانک اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔

"ایک وعدہ کریں؟"

"کیا؟"

دونوں نے بیک وقت پوچھا۔

"حالات چاہے جیسے بھی ہوں۔۔۔ زندگی ہمیں جہاں بھی لے جائے ہم ایک دوسرے سے بے خبر نہیں ہوں گی۔"

یمنہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"وعدہ۔"

مزنہ نے بھی اپنا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں پر رکھ دیا۔

"پکا وعدہ۔۔۔ شادی ہو جائے گھر بدل جائیں شہر بدل جائیں زندگی بدل جائے۔۔۔ لیکن ہماری دوستی نہیں بدلے گی۔"

تینوں نے ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اور اگر کبھی ہم میں سے کوئی مشکل میں ہو؟"

یمنہ نے پوچھا۔

URDU NOVELS MAG

"تو باقی دونوں اس کے ساتھ کھڑی ہوں گی۔"

آہانہ نے جواب دیا۔

"اور اگر کوئی ایک ہم سے رابطہ توڑ دے؟"

مزنہ نے شرارت سے پوچھا۔

"تو باقی دونوں اس کے گھر پہنچ جائیں گی"

آہانہ نے ہنستے ہوئے کہا تو تینوں کا قہقہہ فضا میں بکھر گیا۔

وہ اس لمحے اپنے وعدے پر بے حد مطمئن تھیں۔۔۔ انہیں کیا خبر تھی کہ وقت ان کے اس وعدے کو کس بے رحمی سے آزمانے والا ہے۔۔۔وہ تینوں اپنے اپنے زندان میں قید ہونے والی تھیں ۔۔۔

URDU NOVELS MAG

....

یونیورسٹی کی چھٹی ہو چکی تھی۔

آہانہ مزنہ اور یمنہ کے ہمراہ یونیورسٹی کی عمارت سے باہر نکلی تو گیٹ کے قریب کھڑی ایک سیاہ گاڑی پر اس کی نگاہ ٹھہر گئی۔

وہ گاڑی وہ ہزاروں گاڑیوں کے درمیان بھی پہچان سکتی تھی۔اور گاڑی کے اندر بیٹھا شخص اس کا دل دھڑکانے کاسبب تھا ۔

"ارشام سروش۔"

اس کے ہونٹوں پر بے اختیار مسکراہٹ اتری جسے وہ چاہ کر بھی چھپا نہ سکی۔

مزنہ کی نگاہ اس کے چہرے پر پڑی۔

"اوہو۔۔۔دیکھو تو ذرا کوئی مسکرا رہا ہے"

یمنہ نے گاڑی کی سمت دیکھا اور پھر آہانہ کے چہرے کو۔

"کیا بات ہے بھئی؟ آج تو چہرے پر بہار اتر آئی ہے۔"

مزنہ نے شرارت سے اس کے بازو میں بازو ڈالا۔

"ہاں جی۔۔۔ شوہر صاحب لینے آئے ہیں؟"

آہانہ نے دونوں کو گھورا مگر لبوں پر ٹھہری مسکراہٹ چھپائے نہ چھپی۔۔دل تھا کہ بس ابھی باہر آنے کو تھا۔

URDU NOVELS MAG

"تم دونوں چاہو تو لفٹ دے سکتی ہوں۔"

"نہیں بھئی بہت بہت مہربانی۔"

یمنہ نے ہاتھ جوڑ دیے۔

"ہم لوگ خود بھی جا سکتے ہیں۔ ہمارے اپنے پاؤں شریف ہیں ابھی شوہر صاحبان کے رحم و کرم کے محتاج نہیں ہوئے۔"

مزنہ نے قہقہہ لگایا۔

"اور ہمیں کباب میں ہڈی بننے کا کوئی شوق نہیں اتنے دن بعد ہی جی خود لینے آئے ہیں کہیں ہماری موجودگی ان کے رومانس میں خلل نہ ڈال دے۔"

"مزنہ--ڈوب مرو تم بے شرم"

آہانہ نے مصنوعی خفگی سے اسے گھورا۔

"اچھا بابا ناراض کیوں ہوتی ہو؟ ہم چلتے ہیں۔"

یمنہ نے مسکراتے ہوئے کہا اور مزنہ کا ہاتھ پکڑتی سڑک کی طرف بڑھ گئی--

"خداحافظ۔"

آہانہ نے دونوں کو رخصت کیا اور پھر ایک بار پلٹ کر گاڑی کی طرف دیکھا۔

ارشام بدستور اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ مگر وہ اسے براہ راست دیکھنے سے گریز رکھے ہوئے تھی ۔

اس کی نگاہوں کی شوخیوں سے آہانہ بخوبی واقف تھی۔

وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر جا بیٹھی بیگ ایک طرف رکھا اور اطمینان سے سیٹ بیلٹ باندھ لی۔

ارشام نے چند لمحے اسے خاموشی سے دیکھا۔

پھر گاڑی اسٹارٹ کرنے کے بجائے رخ اس کی طرف کیا۔

"محترمہ---"

آہانہ نے بے نیازی سے موبائل نکالا۔

"جی محترم؟"

وہ اسی انداز میں گویا ہوئی ۔

"سلام دعا نام کی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

ارشام نے خفگی سے کہا ۔

وہ نظریں اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"اسلام و علیکم ---خوش رہیں آباد رہیں --"

وہ شرارت سے دونوں کام جلدی سے کر گئی --

ارشام نے سرد آہ بھری --

"شوہر اتنی دور سے اپنی بیوی کو لینے آئے اور بیگم صاحبہ یوں آ کر بیٹھ گئیں جیسے ڈرائیور کرائے پر رکھا ہوا ہو---بندہ حال چال ہی پوچھ لیتا ہے --"

آہانہ نے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔

"آپ کا حال بھی معلوم ہے اور چال بھی۔"

ارشام کے لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت تیز ہو تم آہانہ"

آہانہ نے نہایت سنجیدگی سے اسے دیکھا۔

"جس شخص کا حال اور چال دونوں کی پوری تفصیل پہلے ہی معلوم ہو اس سے بار بار وہی پرانا سوال پوچھ کر معلومات میں کیا اضافہ کرنا؟ کچھ نیا ہو تو بتائیے۔"

ارشام چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر ہنس دیا۔

"بہت ہی ان رومانٹک بیوی ہو تم۔"

آہانہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگی ۔

"اور آپ بہت ہی غیر ضروری رومانٹک شوہر ہیں۔"

"غیرضروری؟"

"بالکل۔"

"میں تو بہت سوچ سمجھ کر رومانس کرتا ہوں کہ کہیں محترمہ برا نہ مان جائیں"

ارشام نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھ لیا۔

URDU NOVELS MAG

"یہ سوچا سمجھا رومانس کیا ہوا بھلا ؟"

"وہی جو ایک شوہر بیوی سے ڈرتے ڈرتے کرتا ہے"

آہانہ کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"شوہر ڈرا بھی کرتے ہیں کیا ؟"

"ہاں معصوم شوہر ڈر جاتے ہیں"

ارشام نے پوری متانت سے سر ہلایا۔

"معصوم شوہر ؟؟؟"

آہانہ نے اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا۔

"مگر آپ تو معصوم نہیں ہیں ؟"

ارشام کے لبوں پر شرارتی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہ الزام ہے"

"نہیں حقیقت ہے۔"

ارشام نے قہقہہ لگایا۔

"خدا کی قسم۔۔۔ تم سے بحث کرنا دنیا کا سب سے خوبصورت خسارہ ہے جو میں بار بار کرنا چاہتا ہوں"

"آپ کو تو میں بھی خوبصورت لگتی ہوں"

"ہاں خوبصورتی کو اگر میں کوئی نام دے سکتا تو اسے تمہارا نام دے دیتا"

"جھوٹ۔۔میں کیوں مانوں آپ کی بات ؟"

"کون کافر کہتا ہے یقین کرو۔۔ حقیقتیں کسی دلیل کی محتاج نہیں ہوتیں"

بلاشبہ وہ لفظوں کا کھلاڑی تھا ۔

"مجھے معلوم نہیں تھا آپ اتنے سوال پوچھنے والے شوہر نکلیں گے۔"

"اور مجھے معلوم نہیں تھا میری بیوی ہر سوال کا جواب الٹا دے گی۔"

"اب نکاح کر لیا ہے تو برداشت بھی کیجیے۔"

ارشام نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا۔

"یہ بات تم نے بہت جلد سیکھ لی ہے کہ نکاح کے بعد شوہر کو کیسے قابو میں رکھا جاتا ہے۔"

آہانہ نے فاتحانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"ابھی تو آپ نے میرا اصل کمال دیکھا ہی نہیں۔"

ارشام نے گاڑی ٹرن کرتے ہوئے اسے دیکھا۔

"یوں نہ کہو سرکار۔۔۔میں برباد ہو جاؤں گا"

وہ دل پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔۔

"بہت بڑے اداکار ہیں آپ۔۔گھر کی طرف موڑ لیں گاڑی پلیز"

آہانہ نے گردن موڑے اسے دیکھا۔

"کیوں؟"

"گھر والوں کو کون جواب دے گا؟ آپ جانتے ہیں نا بی جان کی نظر کتنی تیز ہے؟۔۔آپ کو اپنی خیر عزیز نہیں؟"

وہ ذرا جھک کر رازدارانہ انداز میں بولی۔

"انہیں اگر معلوم ہوگیا کہ آپ مجھے ان کی اجازت کے بغیر لنچ کروا کر لائے ہیں تو گھر میں ایسا طوفان برپا ہوگا کہ آپ کو اپنی جان کے ساتھ ساتھ میری جان کی بھی فکر کرنی پڑے گی۔"

ارشام نے بے فکری سے گاڑی موڑی۔

"تمہیں کسی کی فکر کرنے کی ضرورت ہے؟"

"کیوں؟"

"دنیا کے جتنے طوفان ہیں ان کا رخ موڑنا مجھے آتا ہے۔۔۔ تم تک کوئی طوفان پہنچے یہ مجھے گوارا نہیں۔"

آہانہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی۔

ارشام نے بھی اسی پل اس کی طرف رخ کیا ۔

"خاموش کیوں ہو؟"

"پتا نہیں ارشام---"

وہ کچھ لمحے خاموش رہی پھر کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے بولی۔

"کبھی کبھی مجھے لگتا ہے--- مرد بدل جایا کرتے ہیں۔"

"کتنے مردوں کو جانتی ہو تم؟"

URDU NOVELS MAG

آہانہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا؟"

"یہ بات اتنے وثوق سے کہنے کے لیے کتنے مردوں کو جانتی ہو؟"

آہانہ خاموش رہی ۔۔صرف ایک وہی تو تھا جس نے اس کے خالی دل پر اپنا مکان اور مقام بنا کا فتح کے جھنڈے گاڑھے تھے ۔۔

ارشام نے مسکراتے ہوئے دوبارہ سڑک کی طرف دیکھا۔

"تمہاری زندگی میں واحد مرد میں ہوں آہانہ۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تم دنیا کے تجربات سے پہلے مجھ پر اعتبار کرنا سیکھو۔"

"کرتی ہوں ---اعتبار ہے تو آج آپ کے ساتھ اس فرنٹ سیٹ پر بیٹھی ہوں"

"پھر بدل جانے کا خوف اپنے دل میں رکھ کر میرے ساتھ موجود لمحے کیوں خراب کرتی ہو؟"

آہانہ نے پلکیں جھکا لیں---وہ شاید اپنی بات سمجھا نہیں سکی تھی ۔

اس نے ہار مانتے ہوئے خاموشی سے آنکھیں موند لیں اور اپنا سر سیٹ کی پشت سے ٹکا دیا۔

چند لمحوں تک وہ خاموش رہی۔

"کچھ کہو گی نہیں ؟"

ارشام کو اس کی خاموشی اچھی نہیں لگی ۔

وہ سر اٹھا کر سیدھی ہوئی اور ارشام کو نظر بھر کے دیکھا ۔

URDU NOVELS MAG

"مجھے کبھی کبھی ڈر لگتا ہے ارشام۔"

"کس بات کا؟"

"پتا نہیں---"

اس نے ایک گہری سانس لی۔

"نہ جانے کیوں دل کے کسی کونے سے ایک خوف اٹھتا ہے کہ یہ سب چھن جائے گا۔مجھے لگتا ہے خوشیاں ملنا اتنا آسان نہیں ہوتا۔ ان کے لیے جستجو کرنی پڑتی ہے--- جدوجہد کرنی پڑتی ہے--- شاید بہت کچھ کھونا بھی پڑتا ہے۔

ارشام اسے قدرے گھور کر دیکھا--اس کی باتیں اسے ناگوار گزر رہیں تھیں ۔

"کیا فضول باتیں لے کر بیٹھ گئی ہو؟"

اس نے مصنوعی سنجیدگی سے کہا۔

"میں بیوی کو خوش کرنے نکلا ہوں اور محترمہ نے یہاں زندگی کے فلسفے کی پوری مجلس سجا لی ہے۔"

آہانہ کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"میں صرف اپنے خیالات بتا رہی ہوں۔"

اس کی آواز اس بار دھیمی تھی۔

"جب آپ اتنی والہانہ محبت مجھ پر لٹاتے ہیں نا۔۔۔ جب سب کے سامنے مجھے اس طرح سنبھالتے ہیں میری چھوٹی سے چھوٹی خواہش کا خیال رکھتے ہیں جیسے میں آپ کے لیے واقعی بہت قیمتی ہوں۔۔۔"

وہ ایک لمحے کو رک گئی۔

"تو کبھی کبھی دل ڈر جاتا ہے۔"

ارشام کی مسکراہٹ مدھم ہوگئی۔

ارشام نے گاڑی ایک ہاتھ سے سنبھالتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"آہانہ۔"

"اور اگر تم نے اب رونا شروع کیا نا۔۔۔ تو لنچ کینسل۔"

ارشام نے ماحول ہلکا کرنے کے لیے کہا

آہانہ نے آنکھیں پونچھتے ہوئے اسے گھورا۔

"آپ بہت بے حس ہیں۔"

"بالکل نہیں۔"

"تو پھر؟"

"میں صرف اپنی بیوی کی آنکھوں میں آنسو برداشت نہیں کر سکتا۔"

وہ مسکرایا۔

"اس لیے رونا بند کرو اور یہ بتاؤ--- آج لنچ میں کیا کھاؤ گی؟"

"جو آپ کھلائیں گے۔"

ارشام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بس پھر ٹھیک ہے۔ آج میری پسند چلے گی۔"

"اور اگر آپ کی پسند مجھے پسند نہ آئی تو؟"

"تو بیوی ہونے کا حق استعمال کرنا--- اور میری پسند بدل دینا۔"

آہانہ ہنس دی---

اور یہی ارشام کی سب سے بڑی خوبی تھی---

وہ آہانہ کے خوف کو اپنی محبت سے اس کے گرد ایک حصار کھینچ کر ختم کر دیتا تھا---اور اس کے چہرے کی مسکان کو مدہم نہیں پڑنے نہیں دیتا تھا---

▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪

URDU NOVELS MAG

استنبول کی سرد رات باسفورس کے شفاف پانی پر بکھری روشنیوں سے جگمگا رہا تھا۔ قندلی کی پہاڑی پر واقع عالیشان شیشے کے پینٹ ہاؤس کی کھڑکی کے پار پھیلا چمکتا ہوا شہر بھی اس شخص کے اندر پھیلے سناٹے کو روشن نہیں کر پا رہا تھا۔

ایک طرف ایشیا کی تاریک خاموشی تھی اور دوسری طرف یورپ کے روشن ساحل۔ وہ کھڑکی کے پاس کھڑا نیچے باسفورس کی ان سیاہ لہروں کو دیکھ رہا تھا جو ساحل سے ٹکرا کر لوٹ جاتی تھیں۔ سفید شرٹ کی آستینیں کہنیوں تک چڑھی ہوئی تھیں اور ہاتھ میں کافی کا مگ تھامے زاوش کاظمی ایک بار پھر ماضی کی یادوں میں کھو گیا تھا۔۔۔ اس کے چہرے کے خوبصورت نقش اس وقت تنے ہوئے تھے۔۔تکلیف اس کے چہرے سے نمایاں تھی۔

استنبول کی ٹھنڈی نم آلود ہوا کے ساتھ پانچ سال پرانی ایک دھیمی اور اپنائیت سے بھری آواز اس کے ذہن کے بند دریچوں پر دستک دینے لگی۔

"یار جب ہمارے پاس بہت پیسہ ہو گا تو ہم اتنے پیسوں کا کیا کریں گے؟"

وہ پاکستان سے ترکی آمد کے شروعاتی دن تھے جب دو بہترین دوست سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر ترکی آئے تھے جیبیں خالی تھیں لیکن آنکھوں میں دنیا کو فتح کرنے کے جنون سے بھرپور خواب تھے۔

زاوش نے اپنے مخصوص بے نیاز اور مغرور انداز میں ہنس کر جواب دیا تھا۔

"کیسے احمق انسان ہو یار پیسوں کا کیا کیا جاتا ہے؟

چائے میں ڈبو کر بسکٹ کی طرح کھانا ارے کم عقل انسان دنیا خریدی جاتی ہے پیسوں سے اپنا ایک نام بنایا جاتا ہے ہم دونوں مل کر فیشن انڈسٹری کی تاریخ بدل دیں گے ایک ایسا برانڈ کھڑا کریں گے جس کے سامنے یورپ کے بڑے سے بڑے برانڈز جھک جائیں گے۔"

جاذب نے اسے دیکھا اور سر جھکا لیا۔

اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی

"وہ تو ٹھیک ہے زاوش۔۔۔"

وہ چند لمحے خاموش رہا تھا۔

"مگر کبھی کبھی ڈر لگتا ہے یار۔۔۔ جب یہ سب پیسہ یہ شہرت یہ عروج آئے گا تو کیا میں اسے دیکھنے کے لیے موجود بھی ہوں گا؟"

زاوش نے تب اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر قہقہہ لگایا تھا۔

"تمہیں مرنے کی بڑی جلدی ہے کیا؟"

"نہیں۔۔۔ بس زندگی پر زیادہ بھروسا نہیں۔"

"فضول مت بولو۔"

"موت ہماری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت ہے ہم اسے جھٹلا نہیں سکتے"

"میں جھٹلا نہیں رہا جاذب مگر گمان تو اچھا رکھ سکتا ہوں"

"اچھا اگر مجھے کچھ ہو گیا تو میرے ہونے والے بچے کا خیال رکھے گا؟"

اس کی بات سن کر وہ بھونچکا رہ گیا تھا۔۔

"جو ابھی دنیا میں آیا ہی نہیں تو اسے چھوڑ کر جانے کی بات کر رہا ہے ؟"

زاوش کو آج وہ پریشان لگ رہا تھا۔

"نہیں معلوم وہ عورت میرے بچے کو اس دنیا میں آنے بھی دے گی یا نہیں ---مگر---مگر تو وعدہ کر تو میری اولاد کو سینے سے لگائے گا"

جاذب اس کا ہاتھ پکڑے آج اپنی ہر بات منوانے کو تھا۔

"میں نے تمہیں اسی لئے روکا تھا اس عورت سے شادی مت کرو--- مگر عشق نے تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی"

"عشق نہ بول پیارے ---- عشق نہیں تھا اس کی خوبصورتی نے اندھا کر دیا تھا --- میں دھوکہ کھا گیا"

"یہاں ہر عورت ہی خوبصورت ہے کیا سب سے شادی کرے گا"

"ایک سے کر کے ہی توبہ کر لی ---"

"کیا چاہتی ہے اب وہ ؟"

"پیسہ ---"

"جاذب کوئی نہ کوئی بندوبست ہو جائے گا"

"جانتا ہوں تیرے پاس میرے ہر مسئلے کا حل ہے"

پرانی باتیں زاوش کی زندگی کی سب سے تلخ حقیقت بن چکی تھیں ---وہ اپنے دوست کو آج بھی نہیں بھولا تھا ۔

زاوش نے کافی کا ٹھنڈا مگ ڈیسک پر رکھا اور باسفورس کی سیاہ لہروں کو دیکھتے ہوئے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"کاش تو زندہ ہوتا جاذب"

اس نے گہرا سانس لے کر اپنے اندر کے طوفان کو شانت کیا تھا ۔

زاوش نے اپنے خون پسینے سے ترکی کا سب سے بڑا شہرت یافتہ برانڈ بلیک تھریڈ اسٹوڈیو کے جھنڈے گاڑھ دیئے تھے ۔ ترکی کی فیشن انڈسٹری میں اس کا نام اب کسی تعارف کا محتاج نہیں تھا---

وہ برانڈ جسے کبھی دو خالی جیبوں والے دوستوں نے ایک معمولی سے کیفے میں بیٹھ کر خواب کی صورت دیکھا تھا آج یورپ کے بڑے بڑے فیشن ہاؤسز کے ساتھ کھڑا تھا۔

مگر اس عروج کی قیمت---اس نے اپنے دوست کی صورت میں ادا کی تھی۔

"بابا---"

پیچھے سے آنے والی ننھی سی آواز نے اسے ماضی سے باہر کھینچ لیا۔

زاوش نے پلٹ کر دیکھا۔

دروازے کے پاس پانچ سالہ ریان کھڑا تھا۔

بال بکھرے ہوئے تھے ایک ہاتھ میں اپنا چھوٹا سا کھلونا تھا اور دوسرے ہاتھ سے آنکھیں مل رہا تھا۔

زاوش کی آنکھوں کی سختی نرم پڑ گئی۔--اس نے بے اختیار اپنی باہیں اس کی جانب پھیلائیں ۔

"شہزادے---"

"کیا ہوا؟ ابھی تک سوئے نہیں؟"

ریان چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے پاس آیا۔

"مجھے نیند نہیں آ رہی۔"

زاوش نے جھک کر اسے اپنی بانہوں میں اٹھا لیا۔

"کیوں؟ نیند کو کیا ہوا؟"

زاوش نے اس کے گال کو چھوا۔

ریان نے اپنی ننھی سی انگلی اس کے کالر سے الجھاتے ہوئے پوچھا۔

"بابا--- ماما کب آئیں گی؟"

زاوش کے قدم وہیں رک گئے۔

یہ سوال نیا نہیں تھا۔

مگر ہر بار دل پر پہلے سے زیادہ گہرا اترتا تھا۔

اس نے بچے کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"پتا نہیں بیٹا۔"

"آپ کو پتا نہیں؟"

"نہیں۔"

ریان نے معصومیت سے اس کی طرف دیکھا۔

"وہ ہمیں چھوڑ کر کیوں گئی ہیں؟"

زاوش کے گلے میں جیسے کوئی چیز اٹک گئی۔

وہ کیا بتاتا؟

اس نے نظریں چرا لیں۔

"کچھ باتیں بڑی ہو کر سمجھ آتی ہیں ریان۔"

"میں بڑا کب ہوں گا؟"

URDU NOVELS MAG

زاوش کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ آئی۔

"بہت جلد"

"پھر آپ مجھے نیو ماما لا کر دیں گے؟"

زاوش کے چہرے پر مسکراہٹ ابھری ۔

"ہاں---"

اس نے آہستہ سے کہا۔

"کب ؟"

"جب تم بڑے ہو جاؤ گے ۔"

"مگر شادی تو آپ کو کرنی ہے اور آپ تو بہت زیادہ بڑے ہو گئے ہیں"

ریان نے معصومیت اور تحیر سے آنکھیں کھول کر کہا ۔

وہ اپنے بیٹے کی معصومانہ لاجک پر سچ مچ محظوظ ہو رہا تھا۔

"ارے یار تم تو بڑے تیز نکلے۔"

"کیا سٹیپ ماما اچھی ہوتیں ہیں؟"

اس سوال پر زاوش کی سانس ایک بار پھر سینے میں ٹھہر گئی۔

ریان نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا۔

"رسک ہے"

"پھر بھی مجھے ماما لینی ہے ۔"

زاوش نے اسے مزید مضبوطی سے سینے سے لگا لیا۔

"کیا صرف میں کافی نہیں ؟۔"

"نو---آپ میرے ساتھ کھیلتے نہیں --"

"اگر کھیلوں تو ؟"

"نو---آپ فوڈ برن کر دیتے ہیں"

"یار میں تمہارے لئے ماسٹر شیف بن جاؤں گا"

"نو---"

"اچھا اب سو جاؤ۔"

URDU NOVELS MAG

"آپ میرے پاس رہیں گے؟"

"ہاں۔"

"پکا؟"

"پکا۔"

"فیئری کی سٹوری سنائیں گے ؟"

"یار روز تو سناتا ہوں"

زاوش نے مسکرا کر اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر دیں۔

"ہاں مگر وہ فیئری کی نہیں ہوتی ۔۔"

وہ سٹوری صرف ماما سناتی ہیں ۔۔

زاوش مسکراتا ہوا ریان کو اٹھائے اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

مگر اس کی نئ فرمائش نے زاوش کے اندر ایک ایسا اضطراب جگا دیا تھا جس سے وہ پچھلے کئ دنوں سے نظریں چرا رہا تھا۔

ریان اب صرف اپنی ماں کو یاد نہیں کرتا تھا۔۔۔

وہ اسے کھوجنے لگا تھا۔

شدید شدت سے۔

اسکول سے واپسی پر جب وہ دوسرے بچوں کو اپنی ماؤں کے ساتھ دیکھتا تو اس کی نظریں دیر تک ان کے پیچھے چلتی رہتیں۔

کبھی کسی بچے کی ماں اس کے بال سنوارتی تو ریان خاموش ہو کر انہیں دیکھتا رہتا۔

کبھی کوئی ماں اپنے بچے کے لنچ باکس میں کچھ رکھتی تو وہ گھر آ کر پوچھتا۔

"بابا۔۔۔ ماما ہوتیں تو کیا وہ بھی میرے لیے لنچ بناتیں؟"

اور ہر بار زاوش کے پاس جواب نہیں ہوتا تھا۔

اس نے ریان کے لیے ایک میڈ بھی رکھ دی تھی۔

وہ اس کے کھانے پینے کپڑوں اسکول اور ہر ضرورت کا خیال رکھتی تھی۔

گھر میں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔

مگر بچوں کی کچھ ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں پیسہ سہولت اور آسائش پوری نہیں کر سکتے۔

ریان کو کھلونوں کی کمی نہیں تھی۔

اس کے کمرے میں دنیا بھر کے مہنگے کھلونے موجود تھے۔اس کے پاس خوبصورت کپڑے تھے بہترین اسکول تھا ہر خواہش پوری کرنے والا باپ تھا۔

مگر اسے پھر بھی ایک ہی چیز چاہیے تھی۔

"ماما۔۔۔"

اور زاوش جانتا تھا۔۔۔

اس خواہش کا کوئی متبادل نہیں --

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

جاری ہے -----

■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■ ■

یمنہ کا گھر ایک بوسیدہ سی دو منزلہ عمارت کے نچلے حصے میں تھا۔ چھوٹا سا صحن دیواروں پر اکھڑا ہوا پلستر ایک پرانا لکڑی کا دروازہ اور اندر سے آتی ہوئی تلخ آوازیں--- دیواروں پر جمی گرد اور پوروں سے جھانکتی اینٹیں اس گھر کے اندرونی حالات کا ماتم کرتی محسوس ہوتی تھیں۔

یمنہ نے اندر جانے کے لیے دروازے کی ناہموار سطح پر ہاتھ رکھا تو اندر سے صفیہ کی زہریلی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"پتا نہیں کب تک اس لڑکی کا بوجھ اٹھانا پڑے گا پڑھائی ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی منحوس ماری"

"تجھے کیا تکلیف ہے اماں؟ گھر کے سارے کام تو کر دیتی ہے تیرے تو مزے ہیں تو بس سکون کر ایک کونے میں پڑی ہے بیچاری"

لفظ بیچاری تو صفیہ کے تن بدن میں آگ دہکا گیا تھا اسے تو مانو بچھو نے کاٹ لیا ہو ۔

"اے پھر سے بول تجھے وہ منحوس لڑکی بیچاری لگتی ہے ؟ تو کب سے اس کی طرف داری کرنے لگا ؟"

وہ بھرپور لڑنے کے موڈ میں تھی ۔

"میرا دماغ خراب مت کر اماں نیند آرہی ہے مجھے تو اپنا یہ زہر اپنے شوہر پر جا کر اگل مجھے تو معاف ہی رکھ سونے دے مجھے"

مقابل کو رتی برابر بھی کسی کی پرواہ نہیں تھی وہ چادر منہ تک لپیٹے سونے کی تیاری میں تھا۔

یہ عمیر تھا صفیہ کا بیٹا جو پہلے شوہر سے تھا خلافِ توقع آج گھر پر موجود تھا ورنہ وہ اپنا زیادہ تر وقت آوارہ دوستوں کے ساتھ گلی محلوں میں ہی بتاتا تھا۔

"انہہ--- ماں خود تو مر گئی مگر میرے لیے کم بخت ماری اپنی نشانی چھوڑ گئی--- کیا جاتا اگر یہ بھی ساتھ ہی مر جاتی میری تو جان چھوٹ جاتی"

یہ روزمرہ کے وہ زہریلے جملے تھے جنہیں سننے اور سہنے کی وہ اب عادی ہو چکی تھی--- اس قسم کے تیر دن میں کتنی ہی بار اس کا سینہ چاک کرتے مگر اس کی سوتیلی ماں ٹھیک ہی کہتی تھی کہ وہ "ڈھیٹ" ہو چکی ہے اب اس پر ظاہری اثر کم ہی ہوتا تھا۔ اس نے بے دردی سے اپنی آستین کے کونے سے آنکھوں میں امڈتے ہوئے گرم آنسوؤں کو پوپٹوں پر ہی مسل دیا۔ پھر ایک گہری سانس بھر کر سر کو جھٹکا اور دروازہ زور سے دھکیلتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔

"السلام علیکم"

اس نے اپنی کپکپاتی آواز کو مستحکم کرتے ہوئے بلند آواز میں سلام کیا اور صحن کے کونے میں بچھی بوسیدہ چارپائی کی طرف بڑھی جہاں اس کا بیمار باپ اقبال لیٹا ہوا تھا۔

"اے لڑکی یہ کیا طریقہ ہے؟ باپ کا مال سمجھ رکھا ہے کیا جو دروازے کو یوں زور سے دے مارا؟"

صفیہ سانپ کی طرح لہراتی ہاتھ نچاتی ہوئی اس کے سر پر آ براجمان ہوئی۔

"ہاں ہے تو باپ کا ہی مال اس میں کوئی دوسری رائے نہیں"

وہ ڈھٹائی سے کہتی ہوئی اقبال کی طرف بڑھی جو اپنا ایک ہاتھ یمنہ کی طرف بڑھائے چارپائی سے اٹھنے کی کوشش میں تھا ۔

"باپ کے سامنے زبان کیسے قینچی کی طرح چلا رہی ہے اور مجال ہے باپ کے کانوں پر جوں بھی رینگے "۔

وہ کھا جانے والی نظروں سے یمنہ کو گھور رہیں تھیں ۔

"صفیہ کبھی تو اپنی زبان کو آرام دیا کر بچی تھکی ہاری باہر سے لوٹی ہے اور تو آتے ہی باتیں سنانے لگی۔"

اقبال نے نقاہت سے یمنہ کے ایک ہاتھ کی مدد سے اٹھتے ہوئے اپنی چارپائی پر بیٹھنے کی کوشش کی۔ وہ بیٹی کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے صفیہ کی تلخ کلامی پر سخت بدمزہ ہوا تھا۔

ہاں ہاں تو تو بس اپنی لاڈلی کی ہی طرف داری کر۔" کون سا احسان کر رہی ہے ہم پر پڑھ کر؟ ہزار بار کہا ہے کہ میرے ساتھ کام پر چلا کرے تاکہ گھر کا چولہا ہی جل سکے مگر نہیں رانی صاحبہ کو تو افلاطون بننا ہے--- بی بی جتنا مرضی پڑھ لے یہ غربت کی کالک تیرے ماتھے سے کہیں نہیں جانے والی"

وہ اپنے میل کچیلے دوپٹے سے منہ کا پسینہ پونچھتی ہوئی مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔

"میری بیٹی کسی کے گھر جھاڑو پوچا نہیں کرے گی سمجھی تو؟"

اقبال کی رگیں تن گئیں اور وہ تیز آواز میں دھاڑا۔

"اقبال میاں زیادہ چلاؤ مت---"

صفیہ نے اپنے دونوں ہاتھ کمر پر جمائے اور اقبال کی طرف جھک کر اس سے بھی اونچی آواز میں بولی

"اگر جھاڑو پوچا نہیں کرے گی تو آج سے اس کی روٹی کا انتظام تو خود کر میں کسی کے باپ کی نوکر نہیں جو محنت کر کے دوسروں کے بچے پالوں"

"بکواس مت کر صفیہ تیرا لاڈلا میرے گھر میں بیٹھ کر کھا رہا ہے شراب اور جوئے کے علاوہ وہ کسی کام کو ہاتھ نہیں لگاتا ۔۔۔ پل رہا ہے نا وہ بھی یہاں کبھی میں نے تجھ سے کہا اسے گھر سے بے دخل کرنے کو ؟"

"ابا چھوڑ نا ۔۔تو منہ نہ لگ"

یمنہ نے آگے بڑھ کر باپ کے منہ پر ہاتھ رکھا اور صفیہ سے مخاطب ہوئی ۔

"اماں میں شام میں بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی تو ہوں اور اس سے جو پیسے آتے ہیں وہ سارے تیرے ہاتھ میں ہی تو رکھتی ہوں۔ اب اور کیا چاہتی ہے مجھ سے ؟"

وہ باپ کو ٹیک لگا کر بٹھاتی کچن کی طرف بڑھ گئی۔ شدید بھوک کی وجہ سے اس کے پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے تھے۔ آج پھر وہ پیدل آئی تھی یونیورسٹی سے واپسی کے طویل اور بوجھل سفر نے اس کے جسم سے رہی سہی طاقت بھی نچوڑ لی تھی جبکہ صبح کی معمولی چائے کا اثر کب کا ختم ہو چکا تھا۔

اس نے کچن کے تاریک کونے میں جھانکا تو چولہا ٹھنڈا اور راکھ سے بھرا پڑا تھا اس کی امید دم توڑنے لگی۔

"آج کھانا نہیں بنایا کیا؟"

یمنہ نے سوکھے ہوئے حلق سے مایوس کن آواز میں پوچھا۔

"نہیں--- نہیں بنایا اور نہ ہی بناؤں گی دوپہر کی ہانڈی خود بنا کر جایا کر اب مجھ سے نہیں ہوتے اس گھر کے کام "

صفیہ نے بے نیازی سے شانے اچکائے اور اقبال کے برابر والی چارپائی پر جا کر ڈھے گئ۔

یمنہ چند لمحے بوجھل قدموں سے وہیں کھڑی رہی۔ اس نے اپنی بھوک اور بے بسی کو حلق کے نیچے نگلنے کی ناکام کوشش کی بالکل ویسے ہی جیسے وہ اکثر اپنے ارمانوں اور ضرورتوں کو نگل جایا کرتی تھی۔

"لیکن اماں--- میں صبح یونیورسٹی جانے سے پہلے سارے گھر کی صفائی برتن اور سب کا ناشتہ بنا کر ہی تو جاتی ہوں۔"

اب اسے بھی غصہ آرہا تھا مگر وہ بے بس تھی ۔

URDU NOVELS MAG

"تو؟ "

صفیہ نے رخ موڑ کر زہریلی نظروں سے اسے دیکھا

"گھر کا باقی کام کیا تیرا باپ کرے گا؟"

اقبال نے اپنی بے بس اور دھنسی ہوئی آنکھوں سے صفیہ کو دیکھا۔

"شرم کر منحوس عورت ابھی اپنے بچوں کو بھی تو روٹی کھلائی ہے کیا تھا اگر ایک روٹی اس غریب کی بھی ڈال لیتی؟ تھکی ہاری آئی ہے اس وقت کیا پکائے گی وہ؟"

اقبال نے غصے سے چارپائی سے اٹھنے کی کوشش کی مگر فالج زدہ جسم نے ساتھ نہ دیا۔ وہ ایک آہ بھر کر دوبارہ چارپائی پر ڈھیر ہو گیا۔

"ارے تم تو چپ ہی رہو بیٹی کے علاوہ کبھی کوئی اور نظر بھی آیا ہے؟ اور خبردار جو میرے بچوں کی روٹی گنی مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا"

"تجھ سے برا کوئی اور ہو بھی نہیں سکتا صفیہ۔۔۔"

اقبال نے کڑھ کر کہا۔

صفیہ نے تکیہ سر کے نیچے درست کیا اور یمنہ کی طرف سخت انگلی اٹھا دی۔

"ہاں ہوں میں بری جو کرنا ہے کر لو۔۔۔ اپنی اس شہزادی سے کہو کہ سبزی کاٹ کر رات کی ہانڈی چڑھائے اور ساتھ چاول بھی ابال لے پھر ٹھونس لے کھانا خود بھی اسی میں سے"

یمنہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے خاموشی سے ضبط کی دیوار اپنے گرد کھینچی کچن میں گئی اپنی شرٹ کی آستینیں کوہنیوں تک چڑھائیں اور سبزی کی ٹوکری اپنے سامنے کھینچ لی۔

بھوک کی کسک اب بھی ویسی ہی تھی آنکھوں میں تھکن کا سایا تھا لیکن اس کے ہاتھ میکانکی انداز میں سبزی کاٹنے لگے۔

وہ سبزی کاٹنے میں مصروف تھی کہ کچن کے دروازے پر کسی کی آہٹ ہوئی۔ اس نے چونک کر پیچھے دیکھا۔

سارا دبے پاؤں اندر آئی۔ سارا صفیہ اور اقبال کی بیٹی تھی ۔اس کے دونوں ہاتھوں میں ایک ڈبہ تھا جسے وہ اپنے سینے سے یوں لگائے ہوئے تھی جیسے کوئی نایاب خزانہ ہو۔

"آپی۔۔۔ "

اس نے سرگوشی کی۔

یمنہ نے حیرت اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"یہ کیا ہے سارا؟"

سارا نے ڈبہ آگے بڑھاتے ہوئے آنکھوں میں چمک کے ساتھ کہا۔

"مرگ کے گھر سے چاول ملے ہیں۔۔۔ قسم سے آپی بہت مزے کے ہیں"

یمنہ نے پہلے اس پلاسٹک کے ڈبے کو دیکھا پھر سارا کے معصوم اور دھول زدہ چہرے کو۔ اس کا خود دار دل تڑپ اٹھا۔

"نہیں۔۔۔ مجھے بھوک نہیں ہے۔"

سارا نے اپنی چھوٹی سی آنکھیں سکیڑیں اور یمنہ کے جھکے ہوئے چہرے کو غور سے دیکھا

"مجھ سے جھوٹ نہ بولو آپی"

یمنہ کا ضبط ٹوٹنے لگا وہ خاموش رہی۔

سارا نے جیسے ہی ڈبے کا ڈھکن ہٹایا گرم بریانی کی بھینی بھینی خوشبو پورے کچن میں پھیل گئی۔ یمنہ کے نتھنے پھڑپھڑائے اور اس نے بے اختیار ایک گہری سانس اندر کھینچی۔

"اماں کی باتوں کا برا نہ مانا کرو آپی ان کا مقابلہ کیا کرو۔ جب تم سب کے لیے کھانا بناتی ہو تو اپنے لیے بھی ایک روٹی چھپا کر رکھ لیا کرو۔۔۔ وہ ایسی ہی ہیں کبھی نہیں بدلیں گی۔"

سارا کی آواز میں اس کی چھوٹی سی عمر سے کہیں زیادہ تلخ سمجھ داری تھی۔

"میں نے اماں اور عمیر بھائی کی باتیں سن لی تھیں۔ انہوں نے جان بوجھ کر تمہارے لیے روٹی نہیں بنائی تھی۔ محلے میں مرگ کا کھانا بانٹ رہے تھے تو میں چپکے سے تمہارے لیے لے آئی۔"

یمنہ نے بے بسی کی انتہا پر پہنچ کر پہلے ڈبے کو دیکھا اور پھر سارا کی معصوم شکل کو۔

"تو تم مجھے مرگ کا کھانا کھلاؤ گی سارا؟"

سارا چند لمحے اس کی آنکھوں میں جھانکتی رہی پھر اس نے بڑی سادہ دلی سے اپنے چھوٹے سے شانے اچکا دیے۔

"آپی۔۔۔ ہم جیسے غریبوں کے لیے تو کسی کا مرنا بھی غنیمت ہوتا ہے۔ کم از کم ایک وقت کا پیٹ بھر کر کھانا تو مل جاتا ہے۔"

یمنہ کے ہاتھ میں تھما ہوا چمچ اور نوالہ وہیں رک گیا۔ اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے سارا کو دیکھا۔۔۔ اتنی سی عمر اور اتنی ہولناک حقیقت۔

"ایسی باتیں نہیں کرتے سارا۔۔۔ "

یمنہ کی آواز شدتِ غم سے بھرّا گئی۔

سارا نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ چمچ میں بریانی بھری اور یمنہ کے ہونٹوں کے قریب کر دی۔

"اچھا بابا نہیں کرتی۔۔۔ اب جلدی سے کھا لو ٹھنڈی ہو گئی تو مزہ نہیں آئے گا۔"

یمنہ کے غم زدہ ہونٹوں پر بے اختیار ایک نادیدہ سی مسکراہٹ ابھر گئی۔ اس نے سارا کے لرزتے ہاتھ سے چمچ تھام لیا۔ پہلا نوالہ منہ میں رکھتے ہی جیسے کئی گھنٹوں سے تڑپتی ہوئی بھوک کو قرار آ گیا۔

URDU NOVELS MAG

سارا اس کے بالکل قریب فرش پر بیٹھ گئی۔

"اچھی ہے نا آپی؟"

یمنہ نے بھیگی ہوئی آنکھوں سے سر ہلایا

"بہت اچھی ہے۔"

"میں نے کہا تھا نا "

سارا کا چہرہ کھل اٹھا۔

یمنہ نے اسے دیکھا تو دل میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی۔ اس گھر میں جہاں اس کے اپنے باپ کی شریکِ حیات اسے ایک نوالے کے لیے ترسا رہی تھی وہاں یہ چھوٹی سی سوتیلی بہن دوسروں کے در سے لایا ہوا کھانا چھپا کر اپنی بہن کا پیٹ بھر رہی تھی۔

یمنہ نے اپنا ہاتھ سارا کے سر پر رکھا۔

"سارا۔۔۔"

"جی آپی؟"

"تم بہت اچھی ہو"

سارا نے اتراتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"پتا ہے مجھے"

"تم ہمیشہ میرا ساتھ کیوں دیتی ہو سارا؟"

URDU NOVELS MAG

سارا نے پھر بڑی سادگی سے جواب دیا

"آپی میری ماسٹرنی کہتی ہے جب آپ دوسروں کے لیے راستہ آسان بناتے ہیں تو اللہ آپ کے راستے کی ساری مشکلات دور کر دیتا ہے"

یمنہ اس ننھی سی بچی کے منہ سے اتنی بڑی بات سن کر تشکر اور محبت سے کھل کر ہنس پڑی لیکن اس ہنسی کے پیچھے اس کی آنکھوں میں اٹے ہوئے آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر گالوں پر بہہ نکلے--- سارا سوتیلی ہو کر بھی سگوں سے بڑھ کر نکل آئی تھی۔

سارا بھی اسی اندھیرے محرومی اور غربت کی فضا میں پل رہی تھی--- یمنہ کا دل چاہتا کہ وہ دن رات ایک کر کے اس گھر کے حالات بدل ڈالے وہ اپنی اس بہن کو اتنا پیٹ بھر کر کھلانا چاہتی تھی کہ اسے پھر کبھی کسی کی مرگ کے چاولوں کا انتظار نہ کرنا پڑے۔

URDU NOVELS MAG

....

"بس ایک اور--- آخری والا"

مزنہ نے اپنے چھوٹے بھتیجے فہد کی پلیٹ پر جھپٹا مارتے ہوئے گرم گرم فرینچ فرائز چھینے اور منہ میں ٹھونس لیے۔

بچے نے لمحے کے ہزارویں حصے میں چیخ کر بلند کی۔

"منہ بند کر ابھی تمہاری ماما آجائیں گی"

وہ اسے ڈپٹتی ہوئی بولی ۔

"ہاں تو میں انہیں بتاؤں گا آپ نے کیا کیا ہے ابھی"

"ایسا بھی کیا کر دیا میں نے جو اپنی پھپھو کو دھمکا رہے ہو"

"پھوپھو آپ نے میرے سارے فرائز کھا لیے"

"جھوٹ مت بولو ابھی تو آدھے پڑے ہیں۔ "

مزنہ نے نہایت اطمینان سے پلیٹ کے بچے کھچے فرائز پر نظریں جما لیں۔

"وہ بھی تو آپ ہی چٹ کر رہی ہیں"

بچے نے منہ بسور کر پلیٹ اپنی طرف کھینچنی چاہی۔

"تو؟"

مزنہ نے بے نیازی اور تکبر سے اپنی ڈبل چن ہوا میں اٹھائی ہاتھ سینے پر باندھے اور گردن اکڑا کر بولی

"تم بچے ہو تمہاری آگے پوری زندگی پڑی ہے فرائز کھانے کے لیے۔ میں بڑی ہوں مجھے اپنی زندگی کا کچھ پتا نہیں --"

بچہ ہکابکا سا کبھی اپنی خالی ہوتی پلیٹ کو دیکھتا اور کبھی پھوپھو کے چہرے کو۔

"پھوپھو۔۔۔ آپ صرف آلو کھا کر اتنی خوش کیسے ہو جاتی ہیں؟"

اس نے تعجب سے آنکھیں پٹپٹائیں۔

"بیٹا یہ آلو نہیں میری روح کا خالص سکون ہیں۔ "

مزنہ نے آنکھیں بند کر کے فرائز کی خوشبو کو پھیپھڑوں میں اتارا۔

"پر دادی تو کہتی ہیں آلو کھانے سے بندہ موٹا ہو جاتا ہے۔"

مزنہ نے جھرجھری لی اور فرائز کی پلیٹ کو یوں سینے سے لگا لیا جیسے کوئی انمول خزانہ ہو۔

"تمہاری دادی کو میری خوشیوں سے پرانی دشمنی ہے۔"

"ہاں اور اس دشمنی کی وجہ بھی یہی کم بخت آلو ہیں"

پیچھے سے آئی آواز کے ساتھ ہی رضوانہ بیگم کے جوتے نے ہوا میں غوطہ کھایا اور سیدھا مزنہ کی کمر کا نشانہ لیا۔

مزنہ کا ہاتھ فرائز کی طرف بڑھتے ہوئے ہوا میں ہی معلق رہ گیا۔ اس نے سہم کر آہستہ سے گردن موڑ کر دیکھا۔ دادی لاٹھی پر دونوں ہاتھ ٹکائے دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی تھیں اور ان کے تیور بتا رہے تھے کہ انہوں نے مزنہ کو کسی سنگین جرم کے مرتکب ہوتے پکڑا ہے۔

URDU NOVELS MAG

"دادی---"

مزنہ نے زبردستی چہرے پر معصومانہ مسکراہٹ سجائی اور بتیسی نکالی۔

"دادی کی بچی پہلے یہ بتا آج کتنی پلیٹیں اڑا چکی ہے؟"

دادی نے لاٹھی زمین پر مار کر جلال میں پوچھا۔

مزنہ نے معصومیت کا لبادہ اوڑھا خالی ہوتی پلیٹ کو حسرت سے دیکھا اور کمر سہلاتی ہوئی بولی۔

"ابھی تو پہلا ہی اٹھایا تھا دادی آپ نے تو میری کمر ہی توڑ دی---"

"کمر نہیں کمرہ بول "

دادی نے گھور کر کہا۔

"عقل کو ہاتھ مار مزنہ بچے سے چھین کر کھاتے ہوئے شرم نہیں آتی تجھے؟" وہ اب اس کے بالکل قریب آ چکی تھیں۔

"زیادہ نہیں کھائے دادی--- بس چند ایک "

مزنہ نے انگلیوں سے چھوٹا سا اشارہ کیا۔

"چند ایک؟"

دادی نے آگے بڑھ کر ایک ہی جھٹکے میں پلیٹ اس کے ہاتھ سے چھپٹ لی۔

"پوری پلیٹ خالی کر دی اور کہتی ہے چند ایک؟ تجھے غیرت نہیں آتی؟"

مزنہ نے فلسفیانہ انداز میں ہاتھ ہوا میں لہرایا

"دادی فلسفہ کہتا ہے کہ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے--- انسان کو کھا پی کر مرنا چاہیے۔"

"ارے لعنت بھیج ایسے فلسفے پر جو بچوں سے رزق چھین کر کھانے پر مجبور کر دے" دادی نے ہاتھ نچایا۔

"تو کیا انسان کھا پی کر بھی نہ مرے؟"

مزنہ نے روہانسی شکل بنا کر ٹھوڑی پر ہاتھ رکھا۔

رضیہ بیگم نے شدید غصے سے اسے گھورا پھر ہار مان کر اپنا ماتھاپیٹ لیا۔

"یا اللہ کس کی بدعا لگی ہے مجھے جو یہ پوتی ملی ہے--- اپنی بہن فاریہ سے کچھ سیکھ کتنا خیال رکھتی ہے اپنا شادی تیری ہونے والی ہے اور چہرہ وہ اپنا چمکا رہی ہے--- نہ تیری ماں کو کوئی ہوش ہے کہ اتنی بڑی گھوڑی کو کوئی عقل مت کی بات ہی سکھا دے"

دوسری طرف کمرے میں موجود بچوں کے قہقہے گونج اٹھے۔ وہ اپنی پھپھی کی بنتی درگت پر کھل کھلا کر ہنس رہے تھے۔

مزنہ نے خود اپنا وکیل بنتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھ کر صفائی پیش کی "دادی آپ ہی انصاف کریں۔ بندہ جیو اور جینے دو کے اصول پر بھی نہ چلے؟ اور رہی فاریہ--- اسے تو شوق ہے کچن کی ہر چیز منہ پر مل لیتی ہے۔ بھلا بتاؤ یہ کچن کی چیزیں منہ پر لگانے کے لیے تھوڑی ہیں؟" اس نے آنکھیں مٹکا کر احتجاج کیا۔

"تو جی لے کمبخت ماری اپنی زندگی مگر اتنا بھی نہ کھا کہ کل کو تیرا نکاح ہو اور لڑکا تجھے دیکھ کر ہی ڈر جائے کہ لڑکی پسند کی تھی اور مل گئی بھینس"

"دادی"

مزنہ کا منہ صدمے سے کھل گیا اور ہاتھ خود بخود گالوں پر چلے گئے۔

"کیا دادی؟ سچ تو کہہ رہی ہوں۔ ذرا اپنا حلیہ دیکھ کپڑے الگ تجھ پر احتجاج کر رہے ہیں کہ بی بی اب بس کر دو ہم سے اور نہیں پھیلا جاتا--- جوتا دیکھ پاؤں میں کیسا پھنسا پڑا ہے"

بچوں کی ہنسی کا ایک نیا طوفان اٹھا۔ مزنہ نے بچوں کو خونی نگاہوں سے گھورا اور انگلی اٹھا کر بولی "تم لوگ زیادہ دانت نہ نکالو کل سے تم لوگوں کے فرائز پر بھی پابندی لگوا رہی ہوں۔"

دادی نے لاٹھی پر اپنے جھکے ہوئے وجود کا بوجھ ڈالا اور مزنہ کے گول مٹول اور ڈھیلے ڈھالے سراپے کو گھورتے ہوئے بولیں "اتنا بے ہنگم جسم بنا لیا ہے شادی والے دن کیا لگے گی؟ تجھے پتا بھی ہے تیری بات پکی ہونے والی ہے؟ تو بھینس بنتی جا رہی ہے اور تجھے ان تلے ہوئے آلوؤں کی پڑی ہے--- چل

URDU NOVELS MAG

بندہ خوش خوراک ہو بھی تو کوئی چھل قدمی ہی کر لے تجھ سے تو وہ بھی نہیں ہوتا۔" انھوں نے جیسے مزنہ کو پتلا کرنے کی قسم کھا رکھی تھی۔

"دادی بھینس بھی تو اللہ کی مخلوق ہے اور خوبصورت ہوتی ہے۔"

مزنہ نے مسکرا کر جواب دیا ۔

"تو پھر بھینسوں کی برادری میں چلی جا شادی کی کیا ضرورت ہے؟" دادی نے ہاتھ نچایا۔

"تو آپ نے ہی میرا رشتہ انسانوں میں طے کیا ہے میں نے کب کہا تھا کہ میرے ہاتھ پیلے کریں؟" مزنہ نے معصومیت سے شانے اچکائے۔

دادی اس کی حاضر جوابی پر ششدر رہ گئیں پھر بے اختیار ان کے سخت لبوں پر بھی ہنسی تیر گئی۔ "بدتمیز کہیں کی "۔

"یہی زبان چلانا ساس کے آگے بھی"

پھر دادی کے لہجے میں فکر اور ممتا ڈھل آئی

"پاگل تیرے بھلے کو کہتی ہوں۔ تیرا ہونے والا شوہر باہر کی دنیا دیکھ کر آیا ہے دیس دیس کی عورتوں سے ملا ہو گا۔ کہیں تیرے وجود کو لے کر کل کو مذاق نہ اڑائے۔ "میری بچی بس ذرا سا کنٹرول کر لے۔

"دادی کیا موٹے انسان انسان نہیں ہوتے؟ "

مزنہ محبت سے ان کے گلے لگ گئی۔

"ہوتے ہیں بیٹا مگر آج کل کے لڑکوں کو لڑکیاں سمارٹ ہی بھلی لگتی ہیں لڑکے نہیں پسند کرتے بھرے جسم کی لڑکیوں کو تو بچی تو نہیں ہے میری بات کیوں سمجھ نہیں آتی"

دادی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"اچھا تو جن مرد حضرات کی اپنی توند آپے سے باہر ہوتی ہے ان کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ "

مزنہ نے توند کا خاکہ بناتے ہوئے پوچھا۔

"تجھ سے بحث کرنا بھینس کے آگے بین بجانے کے برابر ہے لڑکی۔۔" وہ ہار مانتی ہوئی مزنہ کو پیار سے پرے دھکیل کر چلی گئیں۔

مزنہ نے تاسف بھری نگاہوں سے انہیں جاتے ہوئے دیکھا۔ دادی کے جاتے ہی وہ کمرے میں موجود بڑے سے قدِ آدم شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

کچھ دیر تک وہ خاموشی سے شیشے میں خود کو دیکھتی رہی۔ پھر ایک طرف سے مڑ کر خود کو تولا۔۔۔ پھر دوسری طرف سے۔

اس نے حسرت سے اپنے بھاری بازو دیکھے،پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور آخر کار کمرے میں کھیلتے فہد اور فرقان کی طرف مڑی۔

"بچوں تم بتاؤ۔۔۔ کیا میں واقعی اتنی موٹی ہوں؟"

دونوں بچوں نے کھیل روک کر اسے دیکھا۔ فہد نے پہلے مزنہ کو سر سے پاؤں تک دیکھا، پھر بڑے غور سے اپنا سر کھجایا۔

"پھوپھو۔۔۔"

"ہاں؟"

"آپ کو سچ بتاؤں؟"

مزنہ نے امید اور سنجیدگی سے سر ہلایا

"ہاں بالکل سچ"

فرقان نے درمیان میں کودتے ہوئے کہا ۔

"بھائی پہلے میں بتاؤں گا۔"

"اچھا تم بتاؤ۔"

URDU NOVELS MAG

فرقان نے معصومیت سے کہا

"آپ موٹی نہیں ہیں---"

مزنہ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے گردن اکڑائی۔

"میرا شہزادہ---"

مگر اگلے ہی لمحے فرقان نے جملہ مکمل کیا تو مزنہ کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑے۔

"آپ بس--- تھوڑی سی زیادہ ہیں۔"

فہد کا قہقہہ چھوٹ گیا۔ مزنہ نے منہ کھول کر دونوں کو دیکھا۔

"تھوڑی سی زیادہ؟ یہ کیا ہوتا ہے؟"

فہد نے جلدی سے وضاحت کی

"جیسے چائے میں چینی تھوڑی سی زیادہ ہو جائے"

فرقان منہ پر ہاتھ رکھے ہنس رہا تھا

"نہیں بھائی جیسے ماما کا کیک اوون میں پھول کر موٹا سا ہو جاتا ہے مجھے تو پھوپھو ویسی لگتی ہیں۔"

مزنہ نے دونوں ہاتھ کمر پر جمائے۔

"تم دونوں میری عزت کا جنازہ نکال رہے ہو"

فہد ہنستے ہوئے بولا۔

"دادی تو آپ کو بھینس کہہ رہی تھیں۔"

"اچھا تم دونوں بھی دادی کے ساتھ مل گئے ہو؟"

"نہیں پھوپھو "

فرقان نے شرارت سے آنکھیں مٹکائیں۔

مزنہ نے غصے میں آ کر بیڈ سے تکیہ اٹھایا اور پوری طاقت سے دونوں کے پیچھے پھینکا۔

"باہر نکلو میرے کمرے سے"

دونوں بچے قہقہے لگاتے ہوئے کمرے سے باہر بھاگ گئے اور مزنہ ان کے پیچھے چیختی رہ گئ۔

جب کمرے میں خاموشی چھا گئ تو وہ ایک بار پھر شیشے کے سامنے جا کھڑی ہوئ اور اپنا سراپا دیکھنے لگی۔۔۔ اس بار اپنی شرٹ کی فٹنگ اور پیٹ پر پڑے بل دیکھ کر واقعی اس کے چہرے پر مایوسی کی پرچھائیاں لہرانے لگی تھیں۔ وہ ٹھیک ٹھاک اپنا وزن بڑھا چکی تھی ۔

■■■■■■■■■■■■■■

لاہور شہر کی مصروف ترین شاہراہ پر ٹریفک معمول سے کہیں زیادہ بے ہنگم تھی۔

گاڑیوں کے کان پڑی آواز نہ سنائی دینے والے ہارن موٹر سائیکلوں کی زنّاٹے بھرتی آوازیں اور رکشوں کے درمیان سے زبردستی راستہ بنانے کی کوشش کرتے بے صبرے لوگ۔۔۔ ہر طرف ایک عجیب سی افراتفری اور گھماسان کا سما تھا۔

تبھی دور سے سائرن کی مدہم آواز کے ساتھ پولیس کی سیاہ گاڑیوں کا ایک روبوٹک انداز میں بڑھتا قافلہ دکھائی دیا۔

سب سے آگے ایک سیاہ رنگ کی چمچماتی سرکاری گاڑی تھی۔ اس کے سامنے موجود ٹریفک اہلکار نے جیسے ہی اس کی نمبر پلیٹ پہچانی اس کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ پیدا ہوئی اور اس کا ہاتھ سلیوٹ کی پوزیشن میں چلا گیا۔

"فرزام سکندر صاحب۔۔۔"

بس نام ہی کافی تھا۔

اشارہ ملتے ہی دو اہلکار حرکت میں آئے اور چند ہی لمحوں میں سڑک کی بے ترتیب ٹریفک کو ایک خاص نظم و ضبط میں پرو دیا گیا۔

گاڑی بغیر کسی غیر ضروری ہارن یا جلدی کے بڑے وقار سے آگے بڑھی اور ڈرائیور نے پولیس اسٹیشن کے گیٹ کے سامنے جا کر بریک لگائی۔

پچھلا دروازہ کھلا اور وزنی بلیک بوٹ سڑک پر اپنے قدم جمانے لگے ۔

فرزام سکندر گاڑی سے باہر نکلا۔

لمبا قد چوڑے شانے سیاہ گھنے بال نفیس تراشی ہوئی داڑھی اور ایسی عقابی سخت نگاہیں کہ ان کے سامنے آتے ہی سامنے والا اپنی بات بھول کر پسینے سے شرابور ہو جائے۔ وہ خوبصورت تھا بے حد خوبصورت مگر اس کے چہرے کی تراش پر دلکشی سے زیادہ ایک خوفناک سختی چھائی رہتی تھی۔ اس سے بات سوچ سمجھ کر کرنی پڑتی تھی اور جھوٹ کو تو وہ چٹکیوں میں پکڑ کر نچوڑ لیتا تھا۔

استری شدہ استادہ پولیس یونیفارم کندھے پر چمکتے ہوئے رینک کمر کے ہولسٹر میں کسی ناگ کی طرح سجی سروس پسٹل ہاتھ میں مضبوطی سے تھامی فائل۔۔۔ اور مہنگے پرفیوم کی تیز خوشبو میں لدا ہوا فرزام سکندر اپنے ارد گرد کے ماحول پر باآسانی حاوی ہو جاتا تھا۔

وہ کسی کی طرف دیکھے بغیر اپنے بھاری قدموں سے خاموشی کو چیرتا ہوا پولیس اسٹیشن کی عمارت کی طرف بڑھ گیا۔ نہ کسی سے کلام نہ سلام گردن کی ذرا سی جنبش اور نہ ہی کسی چمچہ گیری یا خوشامد پر توجہ۔

گیٹ کے قریب کھڑے دو کانسٹیبلز نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ان کی گردنیں فرزام کی پشت کے ساتھ ساتھ مڑ رہی تھیں۔

پہلا دھیمی آواز میں سہم کر بولا،"دیکھا ہے رعب؟"

دوسرا زیرِ لب مسکرایا اور سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے بولا "ارے بھائی۔۔۔ پورا شہر سیدھا کر دیا ہے اس بندے نے۔"

"اللہ کرے بس یہاں سے اس کا ٹرانسفر نہ ہو۔"

"آمین یہ تو ہے اس شہر میں ایماندار انسان بہت جلد غائب کر دیا جاتا ہے--- حیرت ہے یہ ابھی تک ٹکا ہوا ہے۔" پہلے نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔ "اس کے بعد جو بھی آئے گا وہ ہمیں دوبارہ پرانے اندھیر نگری والے زمانے میں لے جائے گا۔"

دونوں ابھی سرگوشیاں کر ہی رہے تھے کہ قریب سے گزرتے ایک عمر رسیدہ سفید مونچھوں والے اہلکار نے ان کی بات سن لی اس کے قدم وہیں رک گئے۔

"تم دونوں کو پتا بھی ہے کہ یہ ماضی میں کیسا افسر تھا؟ "

اس نے گردن موڑ کر دونوں کو گھورا۔

دونوں کانسٹیبلز نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"کیا مطلب ؟"

بوڑھا اہلکار ذرا قریب آیا اور آواز مزید دھیمی کر لی

"بدنام تھا--- بہت بدنام"

"کیا؟ "

دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا ۔

"ہاں--- سچ کہہ رہا ہوں۔"

پہلے والے نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں یار میں نہیں مانتا۔ فرزام سکندر اور کرپٹ؟ ناممکن"

URDU NOVELS MAG

"تم ماضی کے کاغذات الٹ لو پھر پتا چلے گا۔

"بوڑھا چند لمحے خاموش رہا اس کی آنکھوں میں ماضی کی کوئی تلخ یاد چمکی پھر بولا۔

"شراب۔۔۔ رشوت۔۔۔ اور کوٹھا یہ اس کی سب سے محبوب ترین چیزیں تھیں۔ وہ ایک فرعون تھا جس کے آگے قانون بھی گھٹنے ٹیکتا تھا۔"

دونوں کانسٹیبلز کے چہروں سے مسکراہٹ یکسر غائب ہو گئ۔

"کیا؟"

"میں نہیں مانتا یار"

ایک نے بے اختیار پولیس اسٹیشن کے شیشے والے دروازے کی طرف دیکھا جہاں فرزام کا قد آور وجود ابھی ابھی اندر غائب ہوا تھا۔

"ارے اب تھوڑی ہے ویسا؟"

بوڑھا اہلکار نفی میں سر ہلا کر مسکرایا

"کسی نے اس آدمی کو اندر سے جھنجھوڑ کر بدل دیا۔"

"ایسا کیا ہوا تھا اس کی زندگی میں؟"

دوسرے نے اشتیاق سے آگے جھک کر پوچھا۔

بوڑھے اہلکار نے گہرا سانس لیا اور اداس نظروں سے آسمان کو دیکھا۔

"زیادہ نہیں معلوم بس اتنا پتا ہے کسی عورت کا چکر تھا اور وہ فرعون سے فقیر بن گیا۔"

"اور پھر؟"

دونوں سانس روکے کھڑے تھے۔

"پھر بس یہی جو دیکھ رہے ہو"

بوڑھے نے سر جھکا کر کہا

"آج وہ پانچ وقت کا نمازی ہے۔ فجر کی نماز کے بعد اکثر سیدھا تھانے آتا ہے اور اپنے گناہوں کی معافی کی طرح کام میں جٹ جاتا ہے۔۔یا علاقے کا گشت کرتا ہے"

"اور عورتیں؟"

"کیا عورتیں؟"

"وہی۔۔۔ وہ کوٹھا اور طوائفیں جن کے بارے میں آپ بتا رہے تھے؟"

"غلطی ہونا انسانی فطرت ہے لیکن غلطی کو مان کر سدھار لینا ہدایت ہے اور اسے وہی ہدایت ملی ہے۔"

بوڑھے اہلکار نے ان دونوں کی حیران آنکھوں میں جھانکا "اب مجال ہے جو کسی عورت پر اس کی نگاہ بھی اٹھے۔

"وہ لڑکی اسے ایسا سبق دے گئی کہ اس نے عورت ذات کی طرف دیکھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔"

وہ دونوں مکمل خاموش ہو گئے۔

چند لمحے پہلے جس آدمی کے رعب و دبدبے کی باتیں ہو رہی تھیں اب اسی کے ماضی کا زہریلا اور دردناک باب ان کے درمیان ایک بڑا سوال بن کر کھڑا تھا۔

URDU NOVELS MAG

کون سا واقعہ تھا؟

اور وہ کون سی لڑکی تھی؟

جس نے فرزام سکندر جیسے مغرور اور بدنام آدمی کی روح کو نچوڑ کر رکھ دیا تھا؟

ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ اندر پولیس اسٹیشن کے اندر سے میز پر فائل زور سے پٹخنے کی دھماکے دار آواز آئی۔

تھانے میں موجود تمام اہلکاروں کی گردنیں ایک ساتھ اس طرف اٹھیں ۔

فرزام سکندر کی گرجدار آواز پورے ہال میں گونجی "کام ختم کرو۔ گپ شپ بعد میں کرنا"۔

باہر کھڑے تینوں اہلکار ایک جھٹکے سے سیدھے ہو کر الرٹ پوزیشن میں آ گئے۔

بوڑھا اہلکار ہلکا سا تلخی سے مسکرایا اور ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے دھیمے سے بولا۔

"یہ ہدایت ہر کسی کو ایسے ہی نہیں مل جاتی۔۔۔ اللہ نے ضرور اس پولیس والے سے کوئی بڑا کام لینا ہے تبھی تو اس لڑکی کو اس کی زندگی میں بھیج کر اس کی کایا پلٹ دی۔"

وہ ان دونوں کو خیالات کے مزید الجھے ہوئے جال میں چھوڑتا ہوا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

....

گھر کا دروازہ کھلا تو آہانہ اور ارشام ایک ساتھ اندر داخل ہوئے۔۔۔ ان دونوں کو امید تھی کہ اندر معمول کے مطابق شور شرابہ ہوگا مگر اندر کا منظر تو کوئی اور ہی داستان سنا رہا تھا۔ گھر کا کوئی مرد تو نظر نہیں آیا البتہ تمام خواتین لاؤنج میں ضرور براجمان تھیں۔

لنچ کے بعد واپسی پر آہانہ کے چہرے پر جو کھلتی ہوئی مسکراہٹ تھی گھر کے اندر کا زہریلا ماحول دیکھتے ہی لمحوں میں غائب ہو گئی۔

سب کی تند و تیز نگاہیں آہانہ کے ہاتھ پر جمی تھیں جسے ارشام نے پورے حاکمانہ انداز اور استحاق سے تھام رکھا تھا۔

بی جان کے چہرے پر وہی سختی جو جو گھر کے باقی افراد کی زبانوں پر پہلے ہی تالے لگانے کے لیے کافی تھی۔ آہانہ کی والدہ نورین بھی بے بسی کا مجسمہ بنی موجود تھیں جبکہ ارشام کی والدہ زارا ایک طرف بیٹھی متوقع طوفان کی شدت کو بھانپنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

بی جان کی سرد نگاہ جیسے ہی ان دونوں کے ہاتھوں پر پڑی ان کے ماتھے پر غضب کی شکنیں ابھر آئیں۔ ان کے چہرے کا رنگ سرخ ہوا۔

"یہ کیا طریقہ ہے گھر میں یوں گھسنے کا؟اور یہ لڑکی تمہارے ساتھ کیا کر رہی ہے ؟"

ان کی آواز میں تحکم کا زہر گھلا تھا۔

آہانہ کا سانس سینے میں اٹک گیا۔

"کہاں سے آ رہے ہو تم دونوں؟"

آہانہ نے خوف زدہ ہو کر اپنا ہاتھ ارشام کی سخت گرفت سے چھڑوانا چاہا مگر ارشام نے اپنی انگلیوں کا دباؤ اور بڑھاتے ہوئے اسے مزید مضبوطی سے تھام لیا۔

بی جان اس علانیہ بغاوت کو دیکھ کر اندر ہی اندر راکھ ہو رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں۔

"لنچ پر لے کر گیا تھا اپنی بیوی کو۔۔۔ کسی کو کوئی اعتراض؟ "

ارشام کے لہجے میں درشتی اور کاٹ تھی۔ ۔

"مجھے ہے "

بی جان نے کڑک دار آواز میں کہا۔

"حیرت ہے ہونا تو نہیں چاہیے۔

"ارشام نے گردن اکڑا کر شانے چوڑے کرتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

"کیا تم اس گھر کے قاعدے اور قوانین بھول رہے ہو لڑکے؟ "

"مجھے صرف اتنا معلوم ہے کہ دنیا کا کوئی قانون، کوئی انسان مجھے میری بیوی سے ملنے سے نہیں روک سکتا" ارشام نے بی جان کی شعلے برساتیں آنکھوں میں بلاخوف آنکھیں ڈال کر للکارا۔

URDU NOVELS MAG

"ارشام۔۔۔ اپنے کمرے میں جاؤ"

زارا نے گرما گرمی کو سنبھالنے کی غرض سے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے خاموش کروانا چاہا۔

"کیوں؟ میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔ میں کیوں جاؤں؟"

وہ ارشام تھا۔۔۔ اس نے اپنے باپ دادا کے سامنے بھی ڈرنا نہیں سیکھا تھا۔

"میرا ہاتھ تو چھوڑیں ارشام۔۔۔"

آہانہ کی کپکپاتی، منمناتی ہوئی آواز اس کے کانوں میں پڑی مگر وہ چٹان کی طرح بے حسی سے جم کر کھڑا رہا۔

"جس رشتے پر اتنی اکڑ دکھا رہے ہو نا وہ بس تین لفظوں کی مار ہے"

بی جان نے انتہائی سفاکی اور بے رحمی سے تیر چلایا۔ اس جملے نے زارا اور نورین کے دل دہلا کر رکھ دیے۔ بی جان ان کے بچوں کے لئے ایسا کیسے سوچ سکتی تھیں ؟

نورین نے ضبط سے لب بھینچتے ہوئے آگے بڑھ کر آہانہ کا ہاتھ ارشام کے ہاتھ سے چھڑوانا چاہا۔۔۔ مگر ارشام نے گردن کی جنبش سے انکار کیا۔

"جن تین لفظوں سے یہ رشتہ جڑا تھا وہ پتھر پر لکیر ہیں۔ انہیں مٹانے کا خواب دیکھنا بھی چھوڑ دیں" ارشام کی آنکھوں میں اب سرخ ڈورے تیرنے لگے تھے اور چہرے پر جنون چھا چکا تھا۔

آہانہ کے حلق سے ایک دردناک سسکی نکلی جس پر ارشام نے آہستہ سے اس کا ہاتھ آزاد کر دیا۔

"بی جان بس کریں بچے ہیں نکاح میں ہیں ایک ساتھ کھانا ہی تو کھانے گئے تھے۔ کیوں بات کا بتنگڑ بنا رہی ہیں؟ آہانہ تم جاؤ اپنے کمرے میں جا کر چینج کرو۔۔۔" زارا نے معاملا رفع دفع کرنا چاہا۔

"میری بیوی کہیں نہیں جائے گی۔ ہم نے کوئی چوری یا ڈاکہ نہیں مارا جو ہم یوں منہ چھپاتے پھریں" وہ ارشام تھا۔۔۔ اس کی انا بی جان کی انا سے ٹکرا رہی تھی۔

بی جان نے تحقیر آمیز مسکراہٹ کے ساتھ طنز کا تیر چلایا۔

"غلط کام نہیں کیا؟ نکاح ہوتے ہی بیوی کو یوں سڑکوں پر لے کر نکل گئے۔ نہ کسی سے پوچھا نہ کسی کو بتانے کی زحمت کی۔ ہمیں کیا معلوم باہر جا کر تم دونوں کھلے عام کیا کیا گل کھلاتے پھرتے ہو؟۔۔۔اور صرف کھانا کھانے ہی گئے تھے اس بات کا کیا ثبوت ہے ؟"

آہانہ کا منہ صدمے سے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"بی جان "

وہ بے اختیار اپنے چہرے پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹی۔

نورین کے چہرے پر بھی یکدم خجالت کی سرخی دوڑ گئی اور انہوں نے شرمندگی سے آنکھیں جھکا لیں۔

زارا نے گہرے صدمے اور حیرت سے بی جان کو دیکھا۔ بی جان عام عورتوں کی طرح جھجکنے والی نہیں تھیں۔۔۔ مگر آج ان کی بے باکی نے خود ان کے گھر کی بہو بیٹیوں کو شرم سے پانی پانی کر دیا تھا۔

ارشام نے آہانہ کا لرزتا ہوا ہاتھ پھر سے اپنی گرفت میں لیتے ہوئے اسے سینے سے لگا گیا اور انتہائی سکون و اطمینان سے بول

"اگر میں نے اپنی بیوی کے ساتھ ایسا ویسا کچھ کر بھی لیا ہے نا۔۔ تو۔۔۔"

وہ بولتے بولتے ٹھہرا۔

"ارشام "

زارا نے اسے ٹوک دیا ۔

وہ جانتی تھیں کہ ارشام کا اگلا جملہ بی جان کو بھسم کر دے گا۔

مگر ارشام رکا نہیں۔

"تومیں اس کا بھی میں پورا حق رکھتا ہوں۔۔۔مجھے اس کے لئے کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے میں یہ کام گھر میں بھی کر سکتا ہوں اور کسی کا باپ بھی مجھے نہیں روک سکتا"

آہانہ کی آنکھیں پھیلتیں چلی گئیں اس کا جی چاہا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ بی جان کا چہرہ غصے اور تپش سے دیکھنے کے قابل تھا۔

ارشام نے انتہائی بے نیازی سے بات مکمل کی۔

ارشام نے چیلنجنگ انداز میں ایک قدم ان کی طرف بڑھایا گویا کہنا چاہتا ہو اور کچھ پوچھنا ہے ؟

"ان کے اپنے پوتے نے ان سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر ایسی بے باک بات کی تھی کہ جواب میں ان کا دماغ بھی سن ہو چکا تھا۔

زارا کا ضبط آخرکار جواب دے گیا۔ یہ کس قسم کی بیہودہ گفتگو ان کے سامنے ہو رہی تھی ان کی سمجھ سے باہر تھا۔

URDU NOVELS MAG

"ارشام اپنی حد مت بھولو میں نے تمہاری ایسی تربیت نہیں کی کہ تم اپنی دادی کے سامنے اس طرح کی گھٹیا اور نیچ گفتگو کرو"

ارشام نے سنپولی کی طرح پھنکارتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔

"میں نے کب کہا کہ آپ نے ایسی تربیت کی ہے؟"

"تو پھر تم یہ سب کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"شروع بی جان نے ہی کیا تھا"

ارشام کی آواز اب زیادہ بلند نہیں تھی۔۔۔

"وہ تم سے عمر میں بڑی ہیں"

"کبھی کبھی بڑوں کو ان کی حد سمجھانے کے لیے انھی کی زبان میں بات کرنی پڑتی ہے امی "

اس نے زہریلی نظریں بی جان کے چہرے پر گاڑ دیں۔

"آ لینے دو ذرا سروش کو۔۔۔ تمہارا دماغ تو میں آج اچھے سے ٹھیک کرواتی ہوں"

وہ کھلے عام دھمکی دیتی ہوئی غصے سے پیر پٹختی وہاں سے چلی گئیں۔

"ارشام تم جانتے بھی ہو تم نے کیا کیا ہے؟ "

اتنی دیر سے خاموش اور مجرموں کی طرح کھڑی نورین کے لب اب کھلے ۔

ارشام نے ہاتھ کے اشارے سے ان کی بات کاٹ دی۔

URDU NOVELS MAG

"چچی میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ وہ غلط بات کر رہی تھیں میں نے بس ان کی بات کا انھی کے انداز میں جواب دیا ہے۔"

ارشام کے چہرے پر پچھتاوے یا شرمندگی کا ایک بھی اثر نہیں تھا۔

آہانہ اس پر ایک قہر ڈھاتی اور خفا نگاہ ڈالتی ہوئی تیزی سے اپنے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔ ارشام نے تأسف اور بے بسی سے اسے جاتے ہوئے دیکھا۔

"اب یہ محترمہ کیوں ناراض ہو گئیں۔؟۔۔ "

وہ زیر لب بڑبڑایا۔

پھر اس نے چہرے کے تاثرات بدل کر زارا اور نورین کی طرف دیکھا۔

"آپ دونوں یہ بتائیں رخصتی کی کون سی تاریخ فائنل ہوئی ہے؟"

ارشام کے اس اچانک سوال نے دونوں خواتین کے چہرے کے رنگ اڑا دیے۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں آپ دونوں سے؟ رنگ کیوں اڑے ہوئے ہیں آپ دونوں کے؟ "

ارشام کی پیشانی پر شکنیں مزید گہری ہو گئیں۔

"کیا ہوا ہے؟"

"بیٹا---"

"تمہارے ابو اور حیدر بھائی کے درمیان کاروبار کو لے کر تھوڑی سی تکرار ہو گئی ہے۔"

"کیا؟"

"ہاں بیٹا--- "

URDU NOVELS MAG

"اسی وجہ سے فی الحال رخصتی کی بات آگے نہیں بڑھ سکی۔"

"کیا مطلب؟ "

ارشام کا لہجہ لمحوں میں بدل گیا۔

"مطلب یہ کہ--- ابھی کوئی تاریخ طے نہیں ہو سکی۔"

"بیٹا بات اچانک بگڑ گئی تھی۔ دونوں بھائی جذباتی ہو گئے تھے"

ارشام نے بے یقینی سے نفی میں سر جھٹکا۔

"لیکن ایسا کیا ہو گیا تھا کہ وہ دونوں بھائی ایک دوسرے سے بحث پر اتر آئے؟"

"اصل بات تو وہی دونوں جانتے ہیں--- بس اتنا سمجھ لو کہ بات کاروبار سے شروع ہوئی اور پھر پرانی رنجشوں کے دفتر کھل گئے۔"

ارشام نے بے اختیار اپر کی طرف دیکھا جہاں بی جان کا کمرہ تھا۔

"مجھے پورا یقین ہے---"

وہ دانت پیس کر بولا۔

"ان دونوں بھائیوں کو آمنے سامنے لانے اور یہ آتشفشاں پھاڑنے والی بھی بی جان ہی ہیں۔ آخر کس مٹی کی بنی ہیں یہ؟ کسی کو خوش کیوں نہیں دیکھ سکتیں؟"

زارا نے سختی سے اسے ٹوکا۔

"ارشام"

"کیا غلط کہہ رہا ہوں میں؟ "

وہ پھر سے بھڑک اٹھا۔

زارا نے نرمی سے اس کا بازو تھاما اور تسلی دینے لگیں

"بچے تم پریشان مت ہو۔ دونوں بھائی جذباتی ہیں مگر بے وقوف نہیں ہیں۔ غصہ ٹھنڈا ہوگا تو دونوں خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔"

ارشام نے احتجاج کرنے کے لیے منہ کھولا مگر زارا نے اپنی انگلی کے اشارے سے اسے خاموش کر دیا۔

"اور ایک بات--- آہانہ کو ابھی اس معاملے کا کچھ مت بتانا۔"

URDU NOVELS MAG

ارشام خاموش ہو گیا۔

"کیوں؟"

"وہ پہلے ہی گھر کے ماحول سے پریشان ہے۔ ابھی ابھی جو کچھ لاؤنج میں ہوا ہے اس کے بعد اسے مزید ذہنی اذیت دینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

ارشام نے بوجھل دل کے ساتھ آہستہ سے سر ہلا دیا۔

"ٹھیک ہے۔"

مگر اندر سے اس کا دل ٹوٹ کر بکھر چکا تھا۔۔۔ وہ تو رخصتی کی خبر کا منتظر تھا مگر یہاں ایک نیا محاذ کھل چکا تھا۔

اس کے ذہن میں سوال اٹک گیا تھا۔

آخر ایسا کیا ہوا تھا کہ سروش اور حیدر۔۔۔ دو سگے بھائی جو برسوں سے ایک دوسرے کی ڈھال بنے کھڑے تھے کاروبار کے معاملے پر یوں ایک دوسرے کے مدِ مقابل آ گئے؟

اور اس سوال کا جواب اسے ہر حال میں چاہیے تھا۔

البتہ اس سے پہلے اسے ایک اور فوری اور مشکل ترین محاذ سے نمٹنا تھا۔

آہانہ۔۔۔

ارشام نے بے اختیار گہری اور لمبی سانس خارج کی۔

اور چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجاتے ہوئے اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔

بی جان شہروز خان کی دوسری بیوی تھیں۔ سروش اور حیدر شہروز خان کی پہلی بیوی کے بطن سے تھے جن کی وفات حیدر کی پیدائش کے وقت ہی ہو گئی تھی۔ تب بی جان اس گھر میں ان دونوں بچوں کی ماں بن کر آئیں تھیں۔ قدرت نے ان کی اپنی جھولی اولاد کی نعمت سے خالی ہی رکھی۔ حیدر اور سروش نے ہمیشہ انھیں اپنی سگی ماں کا درجہ دیا مگر ان کی بیویوں پر بی جان نے ہمیشہ بلاوجہ کی سختی اور تحکم برقرار رکھا۔

سروش کے دو بیٹے تھے ارشام اور ہشام۔

حیدر کے تین بچے آہانہ اذلان اور نرمین۔

ارشام اور آہانہ بچپن سے ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے مگر بی جان کے لیے یہ بات کسی صورت قابلِ قبول نہیں تھی کہ ان کی مرضی کے خلاف اور سخت پابندیوں کے باوجود گھر کے بچے محبت جیسا سنگین گناہ کریں۔ ان کے نزدیک خاندانی اصولوں اور ان کی حاکمیت کے خلاف یہ کھلی بغاوت تھی۔ ان کا صاف اور سخت ماننا تھا کہ رشتے بڑے طے کرتے ہیں۔۔

مگر ارشام وہ پہلا لڑکا تھا جس نے ان کے بنائے ہوئے فرسودہ اصولوں کے سامنے سر جھکانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔

ارشام نے بہت پاپڑ بیل کر اور مشکلوں سے شہروز خان کو منا کر آہانہ سے اپنا نکاح پڑھوایا تھا مگر بی جان نے اس بات کو اپنی انا اور حاکمیت کا مسئلہ بنا لیا تھا۔ یہ فیصلہ بی جان کے لیے صرف ایک ناپسندیدہ بات نہیں تھی بلکہ ان کے اقتدار کو ایک کھلا چیلنج تھا۔

گھر میں آئے دن اس رشتے کو لے کر کوئی نہ کوئی تنازع کھڑا ہوتا رہتا مگر ارشام ہر بار آہانہ کے آگے چٹان کی طرح کھڑا ہو جاتا۔ بی جان کو ارشام سے ایک عجیب ضد سی ہو گئی تھی۔۔۔ وہ ہر وقت ان دونوں پر

URDU NOVELS MAG

کڑی نظر رکھنے لگیں اور یوں گھر کا ماحول زہریلا ہوتا چلا گیا۔ اور اب اس کشیدگی کا اثر دونوں سگے بھائیوں کے تعلقات پر بھی پڑنے لگا تھا۔

کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ ایک نکاح کیسے اس اتنے بڑے خاندان کی مضبوط بنیادوں کو ہلا کر رکھ دے گا۔۔

▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪

بی جان کی آنکھیں بند تھیں۔

اور لبوں پر ایک دھن ٹھہری ہوئی تھی بہت دھیمی۔۔۔ وہ خود بھی نہیں چاہتیں کہ ان کی آواز کمرے کی چار دیواری سے باہر جائے۔

وہ اپنے کمرے میں رکھی پرانی راکنگ چیئر پر بیٹھی آہستہ آہستہ جھول رہی تھیں۔۔۔۔

"دشمن نہ کرے دوست نے وہ کام کیا ہے۔۔"

اس دھن کو گنگناتے ہوئے ذہن میں بار بار ایک ہی چہرہ ابھر رہا تھا۔

"ارشام۔"

اس کی وہ بے خوف نگاہیں۔۔۔وہ لہجہ۔۔۔۔۔وہ بے باکی۔۔

"بلکل اپنے دادا کی طرح۔۔۔شاطر۔۔۔تیز۔۔اور سفاک"

بی جان کے ہونٹ غصے سے بھنچ گئے۔

"تم نے اچھا نہیں کیا ارشام۔۔۔"

"دیکھتی ہوں--- کتنی دیر قائم رہتی ہے یہ محبت ۔"

پھر ان کے لبوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ آئی۔

"اس گھر میں خوشیاں کیسے آ سکتی ہیں؟"

انہوں نے آنکھیں کھولیں۔

"ان گھر والوں کو خوشیاں کیسے نصیب ہو سکتی ہیں؟"

ہاہاہاہا-----وہ بلند آواز میں مسکرائیں ۔

"اس گھر پر تو خوشیاں حرام ہیں ---"

URDU NOVELS MAG

"جس گھر نے میری خوشیاں کھائی ہیں---"

وہ رکیں۔

"ہاں--- میری خوشیاں"

ان کی آنکھوں میں ایک سرد چمک ابھری۔

"اسی گھر میں کسی اور کی خوشی کیسے آباد ہو سکتی ہے؟"

"شہروز خان کے گھر میں تو صرف ماتم جچتا ہے اور اب صرف ماتم ہی ہو گا"

وہ دوبارہ راکنگ چیئر پر پیچھے ہوئیں۔

کرسی دوبار ہلنے لگی۔

"میں سب کچھ تباہ کر دوں گی--- سب کچھ فناہ کر دوں گی بڑے آئے محبت کرنے والے --- شہروز خان کی وراثت سے صرف نفرت تقسیم ہو گی ---- محبت ---ہاہاہا محبت تو میں دفن کر دوں گی"

وہ ہنستے ہنستے رکیں---اور پھر وہی دھن گنگنانے لگیں ۔

"دشمن نہ کرے دوست نے وہ کام کیا ہے ---"

....

"آہانہ--- بس کرو اب۔"

نرمیٓن اس کے پاس بیٹھی اسے مسلسل دیکھ رہی تھی۔

آہانہ بار بار آنسو اپنے ہاتھ کی پشت سے صاف کرتی مگر آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔

URDU NOVELS MAG

"کیا بس کروں ؟"

آہانہ نے سسکی کے ساتھ پوچھا۔

"یہ رونا دھونا"

نرمیٓن نے جھنجھلا کر اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔

"کس بات پر رو رہی ہو؟ اور کیوں اتنا رو رہی ہو؟"

آہانہ نے کچھ کہنے کے بجائے ہونٹ بھینچ لیے۔

"بی جان نے جو کہا---"

"تو؟--وہ تو اس دنیا میں ہمیں صرف رلانے ہی آئیں ہیں ان کی بات کی کیا اہمیت ہوئی بھلا ؟"

آہانہ کی آنکھوں سے پھر آنسو نکل آئے۔

"اففففف بس بھی کرو مجھے کوفت ہو رہی ہے تمہارے یہ فضول آنسو دیکھ کر"

زرمین نے جھنجھلا کر کہا ۔

"تم میری جگہ ہوتیں تو پوچھتی اذیت کیا ہوتی ہے ؟"

آہانہ نے آنسو صاف کرتے ہوئے ہچکی بھری ۔

زرمیں نے آنکھیں گھمائیں۔

"لو کر لو بات ----میں تمہاری جگہ ہوتی تو میں ارشام بھائی کا بھرپور ساتھ دیتی اور سینہ ٹھوک کر کہتی ---جب پیار کیا تو ڈرنا کیا بی جان ---ارشام میری زندگی ہے ---میری جان ہے ---- ہمیں چھپ کر ملنے کی ضرورت نہیں ہے ہم تو سر عام محبت کرنے والے عاشق ہیں ---"

زرمین اسے مزید تنگ کرتی انچا انچا بولنے لگی --

"زرمین بکواس بند کرو"

آہانہ نے اس کا منہ بند کرنے کی کوشش کی۔

لیکن تب تک دیر ہو چکی تھی۔

دروازے پر کھڑا شخص اس کی ساری تقریر سن چکا تھا۔

ارشام سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے نہایت سنجیدگی سے زرمیں کو گھور رہا تھا۔

زرمیں کی نظر دروازے پر پڑی۔

اس کی زبان وہیں رک گئی۔

چہرے کی ساری شرارت پل بھر میں غائب ہوئی اور رنگ فق پڑ گیا۔

"ب--- بھائی؟"

ارشام نے

بس ایک آئی برو ذرا سی اٹھائی ۔

"وہ--- میں--تو بس اسے چپ کروا رہی تھی۔"

ارشام وہ اسی طرح سینے پر ہاتھ باندھے اسے گھورتا رہا۔

"فلمیں ذرا کم دیکھا کرو تم۔"

URDU NOVELS MAG

زرمین نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔

"میں نے کون سی فلم دیکھی ہے؟"

ارشام نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"وہی--- جس میں عاشق سینہ ٹھوک کر یہ فضول ڈائیلاگ بولتے ہیں۔"

زرمین کا خجالت سے برا حال تھا--

"چلو اب چلتی بنو مجھے اپنی بیوی سے بات کرنی ہے"

وہ دروازے سے اندر آتا آہانہ کا سرخ چہرہ دیکھتے ہوئے بولا ۔

"اور اگر میں بی جان کو بتا دوں تو؟"

زرمین نے گویا دھمکی دی ۔

"تو تمہارا آخری دن ہو گا"

ارشام نے اتنے اطمینان سے کہا کہ زرمیں کی ساری بہادری ہوا ہو گئی۔

"بھائی"

وہ چلائی ۔۔۔

"باہر۔"

ارشام نے دروازے کی طرف اشارہ کیا ۔۔

"میرا بھی کمرہ ہے بھائی یہ تو زیادتی ہے"

URDU NOVELS MAG

زرمین نے منہ بسورتے ہوئے کہا ۔

"جاتی ہو یا دو لگاؤں ؟"

ارشام نے ماتھے پر ہاتھ پھیرا۔

"اچھا اچھا جا رہی ہوں"

وہ جلدی سے دروازے کی طرف بڑھی مگر پھر شرارت سے رک کر بولی۔

"لیکن اگر بی جان نے پوچھا کہ آپ دونوں اکیلے کمرے میں کیا کر رہے ہیں تو میں کیا جواب دوں؟"

زرمین نے مڑ کر شرارت سے پوچھا ۔

"جارہی ہو یا بی جان کو تمہاری سیلی کا بتاؤں ؟تاکہ وہ پورے خاندان کو بلا کر تمہارا اشتہار لگائیں"

ارشام کی یہ دھمکی کام کر گئی اور نزمین منہ بسورتی ہوئی باہر کو لپکی ۔

آہانہ اپنی جگہ سے اٹھتی ہوئی وہاں سے کھسکنے کو تھی ۔ اسے ارشام سے کوئی بات نہیں کرنی تھی ۔

"خبردار جو اٹھیں تو"

ارشام اس کے ارادے بھانپ چکا تھا ۔

"ارشام مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی"

وہ رخ موڑ گئی ۔

"کیوں ؟"

"یہ سوال خود سے کریں ذرا"

"یار مجھے کیا معلوم تھا بی جان اتنا اوور ریکٹ کریں گی"

ارشام سر کھجاتے ہوئے بولا ۔

آہانہ نے گردن موڑ کر اسے گھورا ۔

"اور جو فضول گفتگو آپ بی جان سے کر رہے تھے ؟"

"یار--- تمہیں ان کی فضول باتیں نظر نہیں آتیں کیا ؟---وہ سب کچھ جان بوجھ کر کرتی ہیں --- تم میرا یقین کرو وہ ہم دونوں کو ساتھ دیکھ کر خوش نہیں ہوتیں --ان کی آنکھوں میں مجھے نفرت کی چنگاریاں نظر آتی ہیں"

ارشام نے اپنے سارے خدشے ظاہر کر ڈالے ۔

"ارشام وہ ہماری دادی ہیں وہ کیوں نفرت کرنے لگیں ۔۔۔وہ بس اپنے اصولوں کے خلاف کچھ برداشت نہیں کرتیں۔۔"

ارشام نے تاسف بھری نگاہوں سے اپنی بیوی کو دیکھا ۔

"ضروری نہیں آہانہ جو جیسا دکھتا ہو وہ اندر سے بھی ویسا ہو"

"میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ مجھے یوں سب کے سامنے لے کر نہ جائیں۔۔۔آپ نے میری بات نہیں مانی۔"

وہ ذرا قریب ہوا اور بے ترتیب ہوتی اس کی زلف کو انگلیوں سے سنوار کر کان کے پیچھے کر دیا۔

"کیوں ڈرتی ہو دنیا سے ؟"

آہانہ نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"آپ کو یہ کیوں لگتا ہے کہ میں دنیا سے ڈرتی ہوں؟"

"تو پھر کس چیز سے ڈرتی ہو؟"

مجھے بس یہ ڈر لگتا ہے کہ کہیں دنیا کی باتیں ہماری دنیا نہ چھین لیں۔۔مجھے حسد سے ڈر لگتا ہے ۔۔۔مجھے بری نظر سے ڈر لگتا ہے ارشام"

ارشام سنجیدہ ہوا اس نے آہانہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

"لوگوں کی باتیں ان کے رویے ان کے فیصلے۔۔۔ یہ سب ہماری محبت سے بڑے نہیں ہو سکتے۔۔۔"

ارشام نے اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنے ہونٹ رکھ دیے۔

تم میری زندگی کا سب سے خوبصورت باب ہو آہانہ۔۔"تمہارے بغیر جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا میں۔"

آہانہ کے لبوں پر مسکراہٹ آئی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے۔۔۔ میں آپ کے بغیر رہ سکتی ہوں؟"

ارشام نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں کچھ نہیں ہوگا۔"

آہانہ نے بے اختیار آنکھیں بند کر لیں۔

ارشام نے اس کی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکا دی۔

"اور اگر کبھی کسی اندھیرے نے ہمارے درمیان آنے کی کوشش کی تو۔۔۔ یاد رکھنا ہم دونوں مل کر اس کے مقابل کھڑے ہوں گے"

آہانہ کی آنکھ سے ایک آنسو پھسل کر گال پر ٹھہر گیا۔

ارشام نے اسے انگلی کی پور سے صاف کر دیا۔

"میرا ہاتھ کبھی مت چھوڑنا۔۔۔ چاہے حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہو جائیں۔"

آہانہ نے اس کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لے لیا۔

"آپ بھی نہیں چھوڑیں گے نا؟"

ارشام مسکرایا۔

"تمہیں چھوڑنے کا اختیار میں نے خود کو بھی نہیں دیا۔"

وہ آہانہ کو تو شانت کر چکا تھا مگر ۔کہیں نہ کہیں کچھ تو تو ایسا تھا جو بظاہر نظر نہیں آرہا تھا ---مگر---اس کی دہشت اس کے دل میں بیٹھ گئی تھی ۔

....

ایک اور صبح یمنہ کے لئے امتحان لئے کھڑی تھی ۔یمنہ کے ہاتھ پھرتی سے چل رہے تھے وہ جلدی جلدی گھر کا کام نپٹا رہی تھی۔ یونیورسٹی کے لئے اسے دیر ہو رہی تھی ۔آج اس کے پاس بس کا کرایہ بھی نہیں تھا سو یونیورسٹی تک پیدل ہی جانا تھا۔ دس منٹ کا راستہ تھا مگر پھر بھی اسے وقت پر پہنچنے کی فکر تھی۔۔مگر گھر کے سارے کام نپٹاتے اسے کافی وقت لگ گیا ۔

وہ چارپائی سے کپڑے اٹھا کرانہیں تہہ کر رہی تھی کہ اچانک اسے اپنے پیچھے کسی کی آواز سنائی دی۔

آہٹ پر چونک کر اس نے مڑ کر دیکھا ۔۔۔ عمیر سینے پر ہاتھ باندھے اوپر سے نیچے تک اس کا جائزہ لے رہا تھا ۔۔یمنہ نے آگے بڑھ پر چارپائی پر دوپٹہ اٹھا کر سر پر لیا ۔

"بڑی جلدی ہے آج؟۔۔کس کس کو ٹائم دے رکھا ہے؟"

یمنہ کے ہاتھ رک گئے۔

"کیا بھونک رہے ہو ؟"

"میں بھونکتا نہیں کاٹتا بھی ہوں مگر فلحال تو حقیقت بیان کر رہا ہوں --- تو لڑکوں کے ساتھ پڑھتی ہے --- اور جس جگہ پڑھتی ہے اتنے پیسے دینے کی اوقات نہیں تیری ----آخر کوئی تو ہوگا جو تجھ پر مہر بان ہے"

وہ خباثت سے بولتا ہوا اس کے نزدیک ہوا ۔

"میرا وظیفہ لگا تھا سب جانتے ہیں -- تجھ جیسی نیچ سوچ نہیں میری جو کسی کے پیسے پر اچھلوں -"

وہ غصے سے پلٹی تو عمیر دروازے پر اس کا راستہ روکے کھڑا تھا -

"ہٹو سامنے سے۔"

"نہیں ہٹوں گا"

وہ ڈھیٹ بنا کھڑا تھا --

"مجھے جانا ہے دیر ہو رہی ہے"

"کہاں؟ اپنے یار کے پاس ؟"

"یونیورسٹی جا رہی ہوں گھٹیہ انسان"

عمیر نے مسکرا کر اسے سر سے پاؤں تک دیکھا اور بے تکلفی سے بولا -

"تمہیں ہر وقت یونیورسٹی جانے کی اتنی جلدی کیوں رہتی ہے؟"

"عمیر راستے سے ہٹو۔"

وہ جان بوجھ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"اتنا غصہ کیوں کرتی ہو؟ دو باتیں کر لیتا ہوں تو تمہارا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔"

یمنہ نے سخت نظروں سے اسے دیکھا۔

"شرم نہیں آتی تمہیں؟ بہن ہوں تمہاری۔"

عمیر کے لبوں پر ڈھیٹ سی ہنسی پھیل گئی۔

"ہاہاہا--- بہن؟"

وہ ایک قدم آگے بڑھا۔

"کیسے؟ نہ تیرا باپ میرا باپ ہے نہ میری ماں تیری۔ یہ بہن ہونے کا رشتہ کہاں سے نکل آیا؟"

"تو بیغرت ہے"

"وہ تو میں بچپن سے ہی ہوں"

"جس دن تیر حقیقت بتا دی اس دن کسی کو منہ نہیں دکھا سکے گا"

"بڑی اکڑ آرہی ہے تجھ میں --ہاہاہا ویسے حقیقت بتائے گی کسے؟اپنے لنگڑے باپ کو؟"

عمیر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا عمیر ورنہ میں شور مچا دوں گی"

"ہاہاہا-----چل مچا--- تیرا لنگڑا باپ پھر بھی نہیں آئے گا"

"میں نے کہا ہاتھ چھوڑ میرا---"

یمنہ نے دوسرے ہاتھ سے خود کو چھڑانے کی کوشش کی۔

عمیر کی مسکراہٹ گہری ہو گئ--وہ یمنہ کا دوسرا ہاتھ بھی پکڑ کر اسے دیوار کے ساتھ لگا گیا----

"اتنی بہادری مت دکھاؤ میری جان تم جانتی ہو اس گھر میں تمہاری بات سننے والا کوئی نہیں"

یمنہ اس کی قید میں پھڑپھڑائی۔

"ایک دن سب کو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔"

ہاہاہا ----وہ میکانکی انداز میں ہنسا ۔

"تب تک کیا بچے گا تیرے پاس ---؟"

عمیر کی غلیظ نظریں اس کے وجود پر تھیں ۔

"کتے ----بیغرت گھٹیہ انسان مجھے چھوڑ دے --"

یمنہ بے بسی سے زور لگاتی رہی ۔

"کون کہتا ہے کہ تو پڑھی لکھی ہے ہاں ؟؟؟---گالیاں تو بڑی فرسٹ کلاس قسم کی دیتی ہے -- چل پھاڑ گلا --- نکال گالی ---سارا اور اماں تو کام پر ہیں کون آئے گا بچانے ؟"

"کتے ----تو میرے ہاتھ چھوڑ پھر دیکھ میں تیرا حشر کیا کرتی ہوں"

یمنہ کا سانس پھولنے لگا تھا ---

"ہائے ااوئے ----تیری یہی ادائیں تو مجھے دیوانہ کرتی ہیں -- قسم سے بڑا ہی دل ہے تجھ سے مار کھانے کا ----"

عمیر نے اس کے چہرے پر پھونک ماری ----یمنہ کچھ کہتی اس سے پہلے ہی دروازہ دھڑام سے کھلا اور صفیہ اندر داخل ہوئی ---

عمیر کی مسکراہٹ لمحہ بھر میں غائب ہوئی ---وہ بدک کر یمنہ سے پیچھے ہٹا ۔

"اماں تو ---؟ کام پر نہیں گئی کیا ؟"

وہ خود کو پرسکون کرتا ہوا بولا ---

صفیہ نے اپنے ماتھے کے تیور سخت کرتے ہوئے یمنہ کی طرف دیکھا جس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا ---پھر ایک نظر عمیر کو دیکھا جو اپنی گردن کو مسلتا ہوا صفیہ کو ہی دیکھ رہا تھا --

"تو یہاں کیا کر رہا ہے ؟--"

وہ کمر پر ہاتھ رکھے سختی سے بولی -

"ارے اس کام چور کے کام دیکھ رہا تھا ---م ---مجھے ناشتہ دیئے بغیر ہی جا رہی تھی ---- ہڈ حرام ---"

اس کا لہجہ لڑکھڑایا -

صفیہ نے اس کی بات ان سنی کرتے ہوئے یمنہ کو مخاطب کیا ----

"تو دفع ہو جا -----"

صفیہ کا اتنا کہنا ہی یمنہ کی ہمت بڑھا گیا یمنہ نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔

"اماں جانے کیوں دیا اسے ؟"

وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا ---

صفیہ نے کمر پر ہاتھ رکھا اور اسے اپر سے نیچے تک گھورا --

"میری بات کان کھول کر سن لے عمیر ----آئندہ تو اس لڑکی کے آس پاس بھی نظر آیا تو تیری ہڈیاں توڑ دوں گی ----تیری ماں ہوں ---- سب نظر آتا ہے مجھے ---"

"اماں تُو بھی کمال کرتی ہے میں نے کیا کر دیا؟"

"کیا کر دیا؟"

صفیہ کی آواز بلند ہوئی۔

"مجھے بے وقوف سمجھ رکھا ہے تُو نے؟ تیری حرکتیں نظر نہیں آتیں کیا مجھے؟ تیرا لہجہ اس کے راستے روکنا اسے پریشان کرنا۔۔۔ سب دکھائی دیتا ہے"

"اماں"

"خبردار جو آواز اونچی کی"

"سوتیلی سہی پر وہ تیری بہن ہے ۔۔۔۔ خبردار کچھ ایسا ویسا سوچا تو"

وہ انگلی اٹھا کر اسے دہمکا رہی تھی ۔۔

"میں تجھے اتنا کمینہ لگتا ہوں کیا ؟"

وہ پلٹ کر دھاڑا تھا ۔۔۔

"تو کتنا کمینہ ہے یہ تو خود بھی جانتا ہے ۔۔۔ چل دفع ہو جا اب ۔۔۔اور جو کہا ہے اس پر عمل کرنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا"

عمیر چارپائی کو ٹھوکر مارتا ہوا وہاں سے چلا گیا مگر صفیہ کا دل ضرور ڈر گیا تھا ۔۔۔

"مجھے جلد از جلد اس فتنی کی شادی کروانی ہو گی اس سے پہلے کہ میرا بچہ بے لگام ہو جائے اور کوئی چاند چڑھا دے"

وہ یمنہ کے بارے میں سوچتی ہوئی گھر سے باہر نکل گئی ۔۔

URDU NOVELS MAG

....

یمنہ اقبال آج اگر کسی کا قتل کر سکتی تھی تو وہ عمیر تھا۔۔جس نے نہ صرف اس کا جینا حرام کیا تھا بلکہ اس کی وجہ سے وہ اچھی خاصی لیٹ بھی تھی۔۔

"بدتمیز گھٹیا منحوس انسان اللہ کرے کسی گاڑی کے نیچے آکر کتے کی موت مرے اس کے چہرے پر کوے ناچیں۔۔ منحوس انسان"

وہ تیز تیز قدم اٹھاتی منہ ہی منہ میں عمیر کو کوستی یونیورسٹی کی طرف بھاگ رہی تھی۔ ایک ہاتھ میں بیگ تھا اور دوسرے سے وہ بار بار اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھ رہی تھی۔

"سارے منحوس لوگ میری ہی زندگی میں کیوں ہیں۔۔۔اففف"

عمیر اس کی زندگی میں ایک ہڈی کی طرح تھا جسے وہ نہ اگل سکتی تھی نہ نگل پا رہی تھی۔ وہ اسے گالیاں بکتے ہوئے گلی کے موڑ سے نکل کر سڑک کی طرف بڑھی اور اگلے ہی لمحے زور دار تصادم اس کا مقدر بنا۔

"دھڑام۔۔۔۔"

اس کا کندھا سامنے سے آنے والے ایک شخص سے بری طرح ٹکرایا۔

ٹکراؤ اتنا اچانک اور زور دار تھا کہ یمنہ کے قدم لڑکھڑا گئے۔ اس کا بیگ ایک طرف جھول گیا اور پاؤں میں موجود سینڈل کی سٹرپ ٹوٹ گئی۔

وہ ساکت کھڑی اس دیو ہیکل کو دیکھتی رہی۔

URDU NOVELS MAG

فرزام سکندر معمول کے مطابق سادہ لباس میں اپنے علاقے کی صورتِ حال دیکھنے نکلا تھا۔ یہ اس کا پرانا معمول تھا۔ کبھی صبح سویرے کبھی شام ڈھلے وہ وردی کے بغیر نکلتا تاکہ لوگوں کے رویوں اور علاقے کی اصل صورتِ حال کو قریب سے دیکھ سکے۔

لمبا چوڑا مرد سیاہ پینٹ شرٹ میں ملبوس چہرے پر عجیب سپاٹ سنجیدگی لیے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ نہ ماتھے پر بل تھے نہ آنکھوں میں ناگواری نہ ٹکرانے پر معذرت ۔۔۔وہ تو یوں تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ۔

وہ اسے یوں دیکھ رہا تھا جیسے سامنے کوئی انسان نہیں سڑک کے کنارے پڑا کوئی بے جان پتھر ہو۔

یمنہ کے اندر پہلے سے جمع غصہ آتش فشاں بن کر پھٹ پڑا۔

''اندھے ہیں آپ؟''

URDU NOVELS MAG

وہ خاموش رہا۔

''صبح صبح آنکھیں گھر چھوڑ کر نکلے ہیں؟ سامنے سے ایک انسان آ رہا تھا نظر نہیں آیا؟''

اپنا سائز دیکھا ہے؟ اتنے بڑے پہاڑ جیسے وجود کے ساتھ سڑک پر کس طرح پھیل کر چل رہے ہیں؟

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"گونگے ہیں یا بہرے ؟"

مگر فرزام کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی ۔

یمنہ نے اس پر سے نظر ہٹا کر غصے سے اپنے ٹوٹے ہوئے سینڈل کو دیکھا۔۔

فرزام سکندر کے چہرے پر ایک لکیر تک نہیں بدلی۔

وہ نہ اس کی باتوں پر بگڑا نہ اس کے انداز پر ناگواری ظاہر کی نہ ہی اسے ڈانٹنے کی کوشش کی۔ اس کی نگاہ آہانہ کے چہرے پر ٹھہری پھر نیچے اس کے پاؤں کی طرف چلی گئی جو اپنی جوتی کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی ۔

''ٹوٹ گئی ہے۔''

فرزام نے اسے آگاہ کرنا چاہا ---

یمنہ نے منہ بگاڑا ۔

''جی ہاں۔ٹوٹ گئی ہے مجھے بھی نظر آ رہا ہے۔آپ نے کوئی نئی دریافت نہیں کی مبارک ہو آپ کے منہ میں زبان بھی ہے"

اس نے جھنجھلا کر ٹوٹا ہوا سینڈل اٹھایا اور ہاتھ میں پکڑ لیا۔

''اب کیا کروں میں؟ ننگے پاؤں یونیورسٹی جاؤں؟''

فرزام نے اس کی پوری تقریر خاموشی سے سنی۔ پھر اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

''لاؤ جوڑ دیتا ہوں۔''

یمنہ نے اسے ایسے دیکھا جیسے اس نے ابھی ابھی کوئی ناقابلِ یقین پیشکش کر دی ہو۔

''کیا؟''

''جوتی۔''

اس کی آواز ہموار تھی۔

URDU NOVELS MAG

''کیوں؟ آپ موچی ہیں ؟''

یمنہ نے آنکھیں سکیڑیں۔

''دیکھیے زیادہ فری ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ورنہ اسی جوتی سے ایسی درگت بناؤں گی کہ ساری اکڑ نکل جائے گی''

اس بار بھی فرزام کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا۔

نہ اسے غصہ آیا نہ وہ ہنسا۔

اس نے بس خاموشی سے یمنہ کے ہاتھ سے سینڈل لے لیا۔

''او ہیلو میں نے کہا تھا نا۔۔۔۔'

یمنہ کی بات ادھوری رہ گئی۔

فرزام سکندر سڑک کے کنارے بیٹھ چکا تھا۔ اس نے سینڈل کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر غور سے دیکھا۔ پٹی اپنے جوڑ سے نکل گئی تھی اور اسے دوبارہ کسی طرح مضبوطی سے بٹھانا ضروری تھا۔

اس نے اپنی کلائی سے گھڑی اتاری قمیص کی آستین ذرا اوپر کی اور جیب سے ایک چھوٹا سا ملٹی ٹول نکالا۔ شاید روزمرہ استعمال کی کوئی چیز تھی جو وہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ اس کے باریک سرے سے اس نے پٹی کا ڈھیلا حصہ سیدھا کیا پھر سینڈل کے نیچے موجود جوڑ کو احتیاط سے اپنی جگہ بٹھایا۔ اس کے ہاتھوں کی حرکت میں غیر معمولی مہارت تھی۔

یمنہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

URDU NOVELS MAG

اس کے ذہن میں کئی سوال بیک وقت اٹھے۔

یہ بندہ ہے یا کوئی روبوٹ؟

اس نے اتنی باتیں سنا دی تھیں کہ عام انسان ہوتا تو اب تک کم از کم دس جواب دے چکا ہوتا۔ کوئی اسے بدتمیز کہتا کوئی اپنی شان میں گستاخی برداشت نہ کرتا اور کوئی تو شاید الٹا اسی پر برس پڑتا۔

مگر یہ شخص؟۔۔۔اس کو تو جیسے کسی نے میوٹ کر دیا ہے ۔ چہرے پر تو جذبات نام کی کوئی چیز سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔

چند لمحوں بعد فرزام نے سینڈل اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا ۔

''ہلکی ہے اس لئے جلدی ٹوٹ گئی"

یمنہ نے سینڈل پکڑا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھا۔

پٹی اپنی جگہ مضبوطی سے لگی ہوئی تھی۔ مرمت بے شک عارضی تھی مگر اتنی اچھی تھی کہ کم از کم وہ یونیورسٹی تک پہنچ سکتی تھی۔

''آج کا دن نکال لے گی۔ شام تک نئی جوتی لے لینا ۔''

یمنہ نے سر اٹھایا۔

''اچھا جی بڑی مہربانی۔ میرے پاس تو جیسے دولت کی نہریں بہہ رہی ہیں کہ ابھی جاؤں گی اور نئی جوتی خرید لوں گی''

فرزام نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اس نے بس اپنی گھڑی دوبارہ کلائی پر باندھی کھڑا ہوا اور اپنے کپڑوں پر پڑی معمولی سی گرد جھاڑ دی۔

یمنہ اسے گھورتی رہ گئی۔

"اور سنیں آئندہ ذرا آنکھیں کھلی رکھ کر چلا کریں۔ ہر کسی کے پاس آپ کی طرح اتنا بڑا وجود نہیں ہوتا کہ ٹکر کھا کر بھی سلامت رہے"

فرزام کچھ کہے بغیر ہی مڑ گیا۔۔

"عجیب انسان ہے ۔۔۔اتنا سپاٹ انسان ۔۔۔"

یمنہ کو وہ کوئی عجیب و غریب مخلوق لگا ۔

اس نے سینڈل پہنتے ہوئے اسے دور جاتے دیکھا۔

"اتنی سنائی ہیں میں نے اسے مگر مجال ہے جو چہرے پر ایک شکن بھی آئی ہو ۔"

اس نے بیگ کندھے پر درست کیا اور جلدی سے یونیورسٹی کی طرف بھاگی۔۔۔اب اپنی دوستوں کو اس عجیب و غریب مخلوق کے بارے میں بھی تو بتانا تھا ۔

....

لاؤنج میں قدم رکھتے ہی ارمان کے چہرے کی شکنیں بتا رہی تھیں کہ اس کا موڈ شدید خراب ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی گاڑی کی چابیاں صوفے پر اچھالیں جو ایک جھٹکے سے کشن پر جا گریں۔ اس کے کندھے جھکے ہوئے تھے اور ماتھے پر پڑی شکنیں اس کی اندرونی حالت کا پتہ دے رہی تھیں۔نازیہ جو پاس ہی صوفے پر بیٹھیں کسی سے فون پر بات کر رہی تھیں بیٹے کی اس باڈی لینگویج کو بھانپ کر پریشان ہو گئیں۔وہ فون بند کرتیں اس کی طرف متوجہ ہوئیں اور تشویش بھرے لہجے میں پوچھا۔

"ارمان کیا بات ہے بیٹا؟ چہرہ کیوں اترا ہوا ہے؟ کوئی گڑبڑ ہو گئی ہے کیا؟"

ارمان نے غصے سے ایک لمبا سانس باہر خارج کیا اور صوفے پر بے دردی سے ڈھیر ہوتے ہوئے منہ بگاڑ کر بولا

"مجھ سے مت پوچھیں کچھ بھی"

وہ خفگی سے بولا ۔

نازیہ نے بیٹے کا ہاتھ اپنے ہاتھ لئے اسے تھام لیا ۔

"ادھر دیکھو میری طرف ۔۔کیا ہوا ہے ؟ مجھے نہیں بتاؤ گے ؟"

"آپ کو بتا بھی دوں تو کیا فرق پڑے گا ؟"

وہ سر اٹھا کر نازیہ کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑھ گیا ۔

"ارمان کیا ہوا ہے میرے بچے ؟"

"پوچھیں مت ماما آج حد ہی ہو گئی ہے۔ میں نے ابھی اس گنوار کو فون کیا تھا تو موصوفہ نے بات کرنے سے صاف انکار کر دیا۔"

نازیہ بیگم نے حیرت سے ابرو اٹھائے۔

"تم مزنہ کی بات کر رہے ہو ؟"

"جی آپ اسی پینڈو کی بات کر رہا ہوں جس کے میرے سر پر مسلط کر دیا ہے"

نازیہ نے گہری سانس بھری اور ارمان کو شانت کیا ۔

URDU NOVELS MAG

"کیوں انکار کر دیا؟ کیا کہتی تھی ؟"

ارمان نے بیزاری سے ہاتھ ہوا میں ہلایا۔

"کیا کہتی خود تو فون اٹھانے کی زحمت ہی نہیں کی فاریہ کے ہاتھ پیغام بھجوایا کہ شادی سے پہلے اس طرح لمبی بات کرنا اچھا نہیں لگتا۔اب آپ ہی بتائیں یہ بھی کوئی بات ہوئی؟ کون سے زمانے میں جی رہی ہیں محترمہ"

وہ غصے سے پہلو بدل کر سیدھا بیٹھا۔ اس کے ہاتھ کے اشارے اور تیور اس کی کوفت کو بیان کر رہے تھے۔

"بیٹا ٹھیک ہو جائے گی اسے وقت دو"

"خاک ٹھیک ہو گی وہ اور سب سے بڑی بات ماما"

ارمان نے ماتھے پر آئے ہوئے بال ہٹاتے ہوئے مایوسی سے کہا ۔

"اگر ہماری آپس میں انڈرڈسٹینڈنگ ہی نہیں ہوگی ایک دوسرے کے مزاج کا پتہ ہی نہیں ہوگا تو آگے چل کر یہ سب کیسے چلے گا؟ زندگی بھر کا ساتھ ہے کوئی بچوں کا کھیل تھوڑی ہے"

نازیہ بیگم نے محبت سے اس کا بازو سہلایا اور نرمی سے بولیں۔

"اچھا بابا غصہ تھوک دو۔ بچی ہے تھوڑی جھجھک ہوتی ہے اس عمر میں تم دل پر کیوں لے رہے ہو؟"

ارمان نے بے بسی سے صوفے کی پشت پر سر ٹکا دیا لیکن اس کے چہرے کی کھنچاوٹ بدستور برقرار تھی۔

URDU NOVELS MAG

"ماما جب سے بات پکی ہوئی ہے میں ایک بار بھی اس سے نہیں ملا پاپا نے مجھ سے پوچھے بغیر یہ رشتہ کر دیا نہ کبھی وہ یہاں آئی ہے --- جرمنی جانے سے پہلے میں نے اسے دیکھا تھا اس بات کو دو برس بیت گئے ہیں ---"

نازیہ اس کی بات پر مسکرائیں ۔

"غلطی تمہاری ہے ارمان تمہارے ڈیڈ نے کہا تھا جرمنی سے پہلے نکاح کر دیتے ہیں تم نہیں مانے تھے --اس بچی کا کیا قصور ہے ؟؟"

"ماما اس کی بہن فاریہ بتا رہی تھی کہ وہ سارا دن یا سوتی ہے یا کھاتی ہے"

ارمان دوبارہ جھنجھلاہٹ بھرے لہجے میں بولا ۔

نازیہ کے ماتھے پر تفکر کے بل لہرائے ۔

"تم فاریہ سے باتیں کرتے ہو ؟"

"نہیں ایک دو بار ہی ہوئی ہے جب مزنہ کو کال کرتا ہوں فون وہی پک کرتی ہے"

"اور اپنی بہن کی باتیں وہ اپنے ہی بہنوئی سے کر رہی ہے"

ان کے لہجے میں ناراضگی تھی ۔

"کم آن ماما -- اس نے وہی بتایا جو وہ گھر میں کرتی ہو گی -- اور اس کی بہن میٹر نہیں کرتی موم مجھے مزنہ سے ایک بار ملنا ہے بات کرنی ہے میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ میرے لئے پرفیکٹ ہے یا نہیں"

ارمان فیصلہ کر چکا تھا ۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا کیا مطلب ہے اس بات کا ؟"

نازیہ حیرت سے اسے دیکھ رہی تھیں ۔ارمان نے اپنے ہونٹ کا کونہ چبا کر اپنے ہاتھ نازیہ کے ہاتھوں پر رکھے "مام میرا مطلب تھا کہ اگر ہماری آپس میں انڈراسٹینڈنگ ہی نہیں ہوگی ایک دوسرے کی سوچ نہیں ملے گی تو ہم پوری زندگی کیسے گزاریں گے؟آپ سمجھ رہی ہیں نا ؟"

ارمان نے اپنی بات پر زور دیا۔

''ارمان ہر انسان تمہاری طرح نہیں ہوتا۔ کچھ لڑکیاں شرمیلی ہوتی ہیں کچھ اپنے گھر کی تربیت کی وجہ سے شادی سے پہلے لڑکوں سے زیادہ بےتکلف ہونا پسند نہیں کرتیں۔ اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ وہ تمہارے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتیں۔''

''شرمیلی؟''

ارمان نے ایسے دہرایا جیسے ان کی بات اسے شدید بری لگی ہو ۔

''ماما آج کے زمانے میں کون سا انسان شادی سے پہلے اپنے ہونے والے شریکِ حیات سے بات نہیں کرتا؟ میں نے کون سی آسمان سے تارے توڑنے کی فرمائش کر دی تھی؟ صرف ایک فون کال تھی کوئی گھنٹوں کی گفتگو تو نہیں مانگ لی تھی اور آج کل کی لڑکیاں تو لڑکوں کو خود اپیروچ کرتی ہیں "

''تو اس نے تم سے بات کرنے سے انکار کیا ہے شادی سے تو انکار نہیں کیا نا؟''

نازیہ نے قدرے سخت لہجے میں پوچھا۔

ارمان نے ناگواری سے انہیں دیکھا۔

''ماما آپ میری سائیڈ لینے کے بجائے اسی کی وکالت شروع کر دیتی ہیں۔''

"کیونکہ تم غلط بات کر رہے ہو یہاں شادی کی تاریخ رکھی جانی ہے اور تمہیں اب سوجھ رہا ہے کہ لڑکی تمہارے ٹائپ کی ہے یا نہیں مجھے افسوس ہے تمہاری سوچ پر ارمان کیا فائدہ تمہاری اتنی تعلیم کا جبکہ اندر سے تم جاہل ہی رہی"

وہ ارمان کی باتوں پر شاکڈ تھیں ۔

''تو کیا میں اپنی مرضی بھی نہ دیکھوں؟ ساری زندگی اسی کے ساتھ گزارنی ہے مجھے آپ کو تو بس مزنہ اچھی لگ گئی ہے آپ کو اس کی سادگی پسند آ گئی ہے، اس کا بھولا پن پسند آ گیا ہے۔ لیکن میرے لیے بھی تو کوئی اہمیت ہونی چاہیے نا"

نازیہ بیگم نے گہری سانس لی۔

''مجھے مزنہ اس لیے اچھی لگی کیونکہ وہ تمہارے گھر کو گھر سمجھ کر سنبھالے گی تمہارے ماں باپ کی عزت کرے گی رشتوں کی قدر جانتی ہے۔ آج کل تمہیں ایسی لڑکیاں آسانی سے نہیں ملتیں ارمان''

"میرا فیصلہ اٹل ہے مام مجھے مزنہ اچھی نہ لگی تو میں یہ شادی نہیں کروں گا"

نازیہ کے چہرے پر ناگواری ابھری۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے ارمان؟ وہ تمہاری ہونے والی بیوی ہے کوئی تماشا نہیں جسے تم جب چاہو رد کر دو۔''

''تو میں کیا کروں؟ اپنی زندگی کی قربانی دے دوں؟''

''بیٹا ابھی تم نے اس لڑکی کو جانا ہی کتنا ہے کہ اتنا بڑا فیصلہ سنا دیا؟ ایک فون کال پر تمہیں اس کی ساری شخصیت سمجھ آ گئی؟''

ارمان کچھ کہنے کے لیے منہ کھول کر رہ گیا۔

نازیہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

''دیکھو میں تمہیں زبردستی کسی رشتے میں نہیں باندھنا چاہتی۔ لیکن ایک بات ضرور کہوں گی۔۔۔ کسی انسان کی خاموشی کو اس کی کم عقلی مت سمجھنا اور اس کی سادگی کو اس کا پینڈوپن نہیں ہو سکتا ہے مزنہ تم سے مختلف ہو تم سے زیادہ خوبیوں کی مالک ہو مختلف ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ تمہارے قابل نہیں۔''

ارمان نے بے زاری سے سر دوسری طرف پھیر لیا۔

''ماما پلیز مجھے لیکچر مت دیں۔ میرا موڈ پہلے ہی خراب ہے۔''

''تمہارا موڈ اس لیے خراب ہے کیونکہ پہلی بار کسی نے تمہاری مرضی کے مطابق جواب نہیں دیا اور تمہاری ایگو ہرٹ ہوئی ہے"

"نہیں ایسا نہیں ہے"

"ایسا ہی ہے بیٹا"

ارمان چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی۔

''مجھے نہیں پتا ماما۔ بس اتنا پتا ہے کہ میں اس لڑکی کے ساتھ اپنی زندگی کا تصور نہیں کر پا رہا۔''

نازیہ بیگم کے چہرے پر تشویش ابھری۔

''اور اگر وقت کے ساتھ تم اسے پسند کرنے لگے تو؟''

''اور اگر نہ کر سکا تو؟ ''

URDU NOVELS MAG

ارمان نے تیزی سے رد عمل دیا ۔

نازیہ نے کچھ لمحے اسے دیکھا پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''ابھی کچھ طے مت کرو۔ غصے میں کیے گئے فیصلے اکثر بعد میں پچھتاوا بن جاتے ہیں۔ اسے تھوڑا وقت دو خود کو بھی وقت دو۔ پھر بھی دل مطمئن نہ ہو تو ہم بیٹھ کر بات کر لیں گے۔''

ارمان نے کوئی جواب نہ دیا۔

اس کی نگاہ سامنے میز پر پڑے موبائل پر جا ٹھہری۔ جہاں بھائی کالنگ لکھا آرہا تھا ۔۔ارمان سب کچھ بھول بھال کر فون کی طرف لپکا اپنا بھائی اسے جان سے بھی زیادہ عزیز تھا ۔نازیہ نے شکر کا کلمہ پڑھا کے اس کے دماغ سے بات تو نکلی ۔وہ فون پر بہت خوش نظر آرہا تھا ۔

اس کا چہرہ یک دم کھل اٹھا۔

''بھائی ''

اس نے کال اٹھائی۔

''کہاں ہیں آپ؟''

دوسری طرف سے جواب سنتے ہی اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔

''کیا؟ پاکستان آ گئے آپ؟''

نازیہ بیگم بھی چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''سچ میں؟ اور مجھے بتایا بھی نہیں؟''

ارمان ہنس پڑا۔

"کمال ہے بھائی کہاں ہیں ابھی؟ ایئرپورٹ پر؟ اچھا وہیں رکیں میں آ رہا ہوں۔"

چند لمحے مزید بات کرنے کے بعد اس نے کال بند کر دی۔

پھر خوشی سے نازیہ کے کندھے تھام لیے۔

"کیا؟ میرا بچہ آ گیا؟"

نازیہ بیگم کی آنکھوں میں خوشی چمک اٹھی۔

"کب؟ بتایا کیوں نہیں اس نے؟"

"سرپرائز دینا تھا انہیں ابھی ایئرپورٹ پر ہیں مجھے لینے کے لیے بلا رہے ہیں۔"

"ارے تو جلدی جاؤ میں گھر میں کھانے کا انتظام کرتی ہوں۔"

ارمان نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"آپ بھی چلیں میرے ساتھ۔"

"میں؟ نہیں بیٹا گھر میں بہت کام ہیں۔ تم جاؤ میں کھانا بناتی ہوں۔"

"ماما ہم باہر ڈنر کر لیں گے۔ بھائی کی پسند کا سب کچھ منگوا لیں گے۔ڈیڈ کو بھی آفس سے پک کرتے ہیں آپ بس گاڑی میں بیٹھیں۔"

وہ خوشی سے حکم دیتا نازیہ کا ہاتھ پکڑے باہر کی طرف لپکا۔

URDU NOVELS MAG

نازیہ اسے دیکھ کر مسکراتی رہیں۔ اپنے بھائی سے ارمان کی محبت دیکھ کر ان کا دل خوش ہو گیا تھا۔ وہ جانتی تھیں کہ ارمان اپنے کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے پر مزنہ کو لے کر جو خیالات جو اس کے ذہن میں پکے ہو رہے تھے وہ نازیہ کو ڈرا رہے تھے ۔

....

"تو نے اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا اس خبیث کی اتنی جرت ؟"

عمیر کی کی ہوئی حرکت مزنہ کو طیش دلا گئی تھی اس کا بس چلتا تو وہ عمیر کو جان سے مار دیتی ۔

"کیا کرتی مزنہ اس نے میرے دونوں ہاتھ جکڑے ہوئے تھے اور اگر میں شور کرتی تو ابا اٹھ جاتے"

"تو اٹھ جاتے ۔۔۔۔اگر وہ کچھ الٹا سیدھا کر دیتا تو ؟"

آہانہ کو بھی فکر لاحق ہونے لگی تھی ۔

"کیا کرتے ابا ؟ اس صفیہ سے لڑتے اور وہ چڑیل ہم دونوں کو گھر سے نکال دیتی ۔۔۔ سر جھکانے کی جگہ بھی چلی جاتی"

یمنہ نے بے بسی سے آسمان کی طرف دیکھا ۔

''کیڑے پڑیں اس عمیر کو خیر، دفع کر اسے۔ یہ بتا، وہ لڑکا ہینڈسم تھا نا جس سے تیری ٹکر ہوئی تھی؟''

مزنہ نے یکایک موضوع بدلتے ہوئے شرارت سے پوچھا۔

''شرم کر تیری اپنی شادی ہونے والی ہے۔''

یمنہ نے اسے گھورا۔

URDU NOVELS MAG

''کھوتی تیرے لیے پوچھ رہی ہوں۔ اب پوری بات بتا، پھر کیا ہوا؟''

دونوں اس کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

''پھر کیا ہونا تھا؟ میں نے بھی اسے خوب سنائیں، عمیر کا سارا غصہ بھی اس بیچارے پر نکال دیا مگر مجال ہے جو اس کے چہرے پر کوئی فرق آیا ہو۔''

یمنہ نے بیزاری سے کہا۔

''اس نے تیری ٹوٹی ہوئی جوتی بھی جوڑ کر دی اور تو نے الٹا اسے ہی سنا ڈالیں؟''

مزنہ نے افسوس سے سر ہلایا۔

'یار، اس کی خاموشی سے مجھے الجھن ہو رہی تھی۔ انسان کم اور روبوٹ زیادہ لگ رہا تھا۔'' یمنہ نے اس کا چہرہ یاد کرتے ہوئے سر جھٹکا۔

''ویسے مزنہ تیری ساس اپنے بڑے بیٹے کے لیے بھی تو لڑکی ڈھونڈ رہی ہیں۔ انہیں اپنی یمنہ کے لیے کیوں نہیں مناتی؟''

آہانہ نے اچانک تجویز پیش کی۔

''کیا بکواس کر رہی ہو؟''

یمنہ بھڑکی۔

''تم ذرا چپ رہو، مجھے مزنہ سے بات کرنے دو۔ ''

آہانہ نے اسے نظرانداز کرتے ہوئے مزنہ کو دیکھا۔

مزنہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''یار میں نے سنا ہے وہ ایک بچے کے باپ ہیں۔آنٹی نے کبھی زیادہ بات نہیں کی ان کے بارے میں۔
بس اتنا پتا ہے کہ ترکی میں رہتے ہیں اور ان کا ایک بیٹا بھی ہے۔''

آہانہ کے چہرے پر کھلی ہوئی امید یکایک مرجھا گئی۔

''ہاں اب ایک بچے کے باپ سے ہی کروا دو میری شادی ''

یمنہ نے منہ بنایا۔

''لڑکوں کی پوری دنیا میں قلت پڑ گئی ہے جو اب میں بچے سمیت پورا پیکج قبول کروں''

وہ خفگی سے بولی ۔

ارے، مجھے کیا پتا تھا وہ شادی شدہ ہوگا ویسے مزنہ ارمان بھائی سے پوچھنا ان کی ڈائیورس ہوئی تھی یا وہ بیچاری اوپر نکل لیں۔''

آہانہ نے سنجیدگی سے مشورہ دیا۔

''میری ارمان سے بات ہی نہیں ہوتی ۔''

مزنہ نے سادگی سے جواب دیا۔

''کیاااا؟''

دونوں کے منہ سے بیک وقت نکلا۔

''چیخ کیوں رہی ہو تم دونوں؟"

مزنہ نے کانوں پر ہاتھ رکھے۔

''تم نے ابھی کیا کہا؟ تمہاری ارمان سے کبھی بات نہیں ہوئی؟''

آہانہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

''ہاں بھئی قسم سے کبھی نہیں ہوئی۔''

''مگر کیوں؟''

یمنہ نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں۔

''انہیں شادی سے پہلے یہ سب پسند نہیں۔''

مزنہ نے کندھے اچکائے۔

''جرمنی میں پڑھتے ہوئے ایسے نایاب خیالات؟''

آہانہ نے طنزیہ انداز میں کہا اسے اتنی شرافت ہزم نہیں ہوئی۔

''بہن تم زندگی کیسے گزارو گی؟ اور یہ کون سا دور ہے کہ شادی سے پہلے چھپن چھپائی کھیلی جا رہی ہے؟''

یمنہ بھی اب دور کا سوچ کر پریشان ہوئی۔

''فاریہ نے ایک بار بات کروانے کی کوشش کی تھی، مگر ارمان نے صاف کہہ دیا کہ انہیں شادی سے پہلے یہ چیپ حرکتیں پسند نہیں۔''

آہانہ کا ماتھا ٹھنکا۔

URDU NOVELS MAG

"تم نے خود کیوں نہیں کوشش کی پاگل لڑکی وہ تمہارا منگیتر ہے تم اسے خود کال ملاتیں"

"کیا فرق پڑتا ہے آہانہ ؟-- میں بھی کونسا مرے جا رہی ہوں بات کرنے کو"

مزنہ نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"ایک اجنبی کے ساتھ ایک کمرے میں کیسے رہو گی ؟"

آہانہ پتا نہیں کیا کیا سوچ رہی تھی ۔

"اب بس بھی کرو تم آہانہ ہر کوئی ارشام بھائی کی طرح زن مرید نہیں ہوتا اسے مت خوفزدہ کرو ---"

یمنہ اسے ٹوکتے ہوئی بولی ۔

اب بس بھی کرو، آہانہ ہر کوئی ارشام بھائی کی طرح زن مرید نہیں ہوتا۔ اسے مت خوفزدہ کرو۔ "

یمنہ نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"اچھا تو میرے شوہر بیوی کے خیال رکھنے لگے تو زن مرید ہو گئے ؟"

آہانہ نے آنکھیں نکالیں۔

"ہاں تمہارے شوہر تو تمہارے ایک اشارے پر دنیا الٹ دے مگر ہر مرد ایسا نہیں ہوتا۔ "

مزنہ نے بھی شرارت سے لقمہ دیا۔

تینوں اپنی ہو باتوں پر ہنس پڑیں تھیں مگر آہانہ کی باتوں نے مزنہ کے دماغ میں گانٹھ باندھ دی تھی وہ نہ چاہتے ہوئے بھی سوچنے لگی تھی کہ ارمان جرمنی جیسے ملک میں رہتے ہوئے اتنا سادہ کیسے ہو سکتا ہے

خدشات اس کے دل میں وہم بن کر سر اٹھانے لگے تھے جنھیں اس وقت وہ صرف ہنس کر نظر انداز کر رہی تھی ۔

. . . .

''چلپچو آئی مس یو سو مچ''

ریان نے ارمان کے گلے میں بانہیں ڈالیں تو وہ بھی اسے سینے سے لگائے بے اختیار ہنس پڑا۔

''آئی مس یو ٹو مائی بوائے''

اس نے ریان کے گال چومتے ہوئے کہا۔

''تمہیں پتا ہے تمہارے بغیر میرا بالکل دل نہیں لگتا۔''

URDU NOVELS MAG

زاوش انہیں دیکھ کر مسکرانے لگا۔ ارمان کی ریان سے محبت اسے ہمیشہ اندر تک چھو جاتی تھی۔

''بیٹا بہت اچھا کیا جو تم جلدی آ گئے۔ ''

نازیہ کے چہرے پر خوشی نمایاں تھی۔

''ہم تو تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔''

''ماما آنا تو تھا ہی۔ میرے بھائی کی شادی ہے ''

زاوش نے مسکرا کر کہا پھر اپنے والد کاظمی صاحب کی طرف متوجہ ہوا۔

''ڈیڈ تاریخ کیا فائنل ہوئی؟''

کاظمی صاحب نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

''بیٹا، تمہارا ہی انتظار تھا۔ وہ لوگ تو کب سے تاریخ پوچھ رہے ہیں۔''

''تو پھر ٹھیک ہے، آج رات چلتے ہیں ان کے گھر۔ ''

زاوش نے لمحے میں فیصلہ کیا۔

''بات بھی ہو جائے گی اور تاریخ بھی فائنل کر لیں گے۔ اب مزید دیر نہیں ہونی چاہیے۔''

''بالکل۔۔ ٹھیک رہے گا میں انہیں انفارم کر دیتی ہوں کہ آج ہم آ رہے ہیں ''

نازیہ کال ملاتی ہوئیں سائیڈ پر چلی گئیں ۔

ارمان نے ریان کو اپنی گود میں بٹھاتے ہوئے بھائی کی طرف دیکھا۔

''بھائی آپ آئے ہیں تو اب شادی کی تیاریاں بھی شروع ہو ہی جائیں گی۔''

زاوش مسکرایا۔

''تیاریاں تم کرو میں تو بس اپنے بھائی کو دولہا بنتے دیکھنے آیا ہوں۔''

"چاچو آپ کی شادی ہو رہی ہے ؟"

ریان نے ارمان کی طرف دیکھا ۔

"ہاں یار سب کو کرنی پڑتی ہے "

ارمان نے محبت سے اس کے بال بکھیر دیئے ۔

"میری بھی ہو گی ؟"

سب ہنس پڑے۔

"ہاں مگر ابھی تو آپ بہت چھوٹے ہو یار"

ارمان نے اسے گود میں بٹھا لیا ۔

"ارمان بیٹا ریان کو آئس کریم کھلا کر لاؤ"

ارمان نے باپ کی طرف دیکھا۔ وہ ان کے اشارے کا مطلب سمجھ گیا تھا۔ ریان کو گود میں اٹھا کر وہ زاوش کی طرف مسکرایا۔

''چلو شہزادے، آج تمہیں اپنی پسند کی آئس کریم کھلاتا ہوں۔''

''چاکلیٹ والی ''

ریان نے جلدی سے فرمائش کی۔

''جی حضور چاکلیٹ والی ہی سہی۔ ''

ارمان اسے لیے باہر نکل گیا۔

ان کے جاتے ہی کاظمی صاحب کی مسکراہٹ مدھم پڑ گئی۔ انہوں نے زاوش کی طرف دیکھا، جو ابھی تک ریان کو جاتا دیکھ رہا تھا۔

''زاوش مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔''

زاوش نے پلٹ کر باپ کو دیکھا۔

''جی ڈیڈ؟''

کاظمی صاحب نے زاوش کی طرف دیکھا پھر گہری سانس لے کر بولے۔

''تم آخر کب تک کسی اور کے خون کو اپنے سینے سے لگائے اپنی زندگی برباد کرتے رہو گے؟ مانتا ہوں جاذب تمہارا بہت اچھا دوست تھا۔ تم دونوں نے مل کر بہت سے خواب سجائے تھے، مگر اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم اپنے خواب بھی توڑ دو۔ اپنی زندگی کی طرف دیکھو بیٹا خود کو سنبھالو سیٹل ہو جاؤ۔ تمہاری ماں تمہارے لیے پریشان رہتی ہے۔ وہ تمہاری شادی کرنا چاہتی ہے اور تم ہو کہ ہر بار ہاں میں ہاں ملا کر بات ٹال دیتے ہو۔''

زاوش کے چہرے کے تاثرات یکایک بدل گئے۔ اس نے باپ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''آپ نے اسے کسی اور کا خون کیوں کہا ڈیڈ؟ آپ جانتے ہیں نا کہ میں اسے اپنا نام دے چکا ہوں۔ وہ میرا بیٹا ہے۔ اور آئندہ میں اس کے لیے یہ الفاظ برداشت نہیں کروں گا۔''

URDU NOVELS MAG

کاظمی صاحب نے ناگواری سے سر جھٹکا۔

''تم کس کس کا منہ بند کرو گے زاوش؟ دنیا سوال کرے گی تو کیا جواب دو گے؟''

''میں نے تو کسی کو کچھ بتایا ہی نہیں''

زاوش نے ان کی بات کاٹ دی۔

''میں آپ کو ہزار بار کہہ چکا ہوں کہ کسی کو یہ سب بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ریان میری اولاد ہے بس اس کے علاوہ کوئی اور حقیقت نہیں ہے جس کی وضاحت مجھے کسی کے سامنے کرنی پڑے۔''

کاظمی صاحب چند لمحے اسے دیکھتے رہے پھر ان کے لبوں پر ایک تھکی ہوئی مسکراہٹ ابھری۔

''بیٹا، زندگی اتنی آسان نہیں ہوتی جتنی تم سمجھ رہے ہو۔ ابھی وہ بچہ ہے، تم اسے سنبھال رہے ہو۔ کل کو بڑا ہوگا، سوال کرے گا، چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کرے گا۔ جب اسے حقیقت معلوم ہوگی تو بہت کچھ بکھر سکتا ہے۔''

''کیا بکھر جائے گا ڈیڈ؟''

زاوش نے بےتاثر لہجے میں پوچھا۔

''جہاں میں رہتا ہوں وہاں نہ اس کا کوئی رشتہ دار ہے اور نہ کوئی ایسا شخص جو اس کے ذہن میں زہر گھول سکے۔ میں اسے پاکستان واپس نہیں لا رہا۔ ترکی میں ہی رہوں گا اور اپنے بیٹے کو وہیں بڑا کروں گا۔ اسے یہ حقیقت کون بتائے گا؟''

کاظمی صاحب نے افسوس سے سر ہلایا۔

''یعنی تم نے اپنے ماں باپ کے بڑھاپے کو بھی آزمائش بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے؟ تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری خوشیاں دیکھنے کے لیے ترستے رہیں؟ تمہیں ذرا بھی احساس نہیں کہ ہم تمہارے لیے کیا چاہتے ہیں؟''

زاوش کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے دکھ ابھرا۔ وہ باپ کی بات سے انکار نہیں کر سکتا تھا مگر اپنے بیٹے کی قیمت پر ان کی خواہش پوری کرنا بھی اس کے لیے ممکن نہیں تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے ڈیڈ۔''

اس نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔

’’میں نے ماما سے کہا ہے کہ وہ میرے لیے لڑکیاں دیکھیں۔ میں شادی سے انکار نہیں کر رہا لیکن کسی سے جھوٹ بھی نہیں بولوں گا۔ جس لڑکی کو میرے ساتھ ریان بھی قبول ہوگا، میں اسی سے شادی کروں گا۔ اور جسے ریان سے مسئلہ ہوگا مجھے بھی اس میں کوئی دلچسپی نہیں۔‘‘

"کون لڑکی اسے قبول کرے گی مجھے بتاؤ ؟ چلو وقتی اسے قبول کر بھی لے مگر جب تم خود صاحب اولاد ہو گے تب ؟؟ کیا بنے گا اس بچے کا ؟"

باپ کی بات پر اس نے کچھ لمحے کے لیے توقف کیا پھر مضبوط لہجے میں بولا۔

’’ریان میری زندگی کی حقیقت ہے ڈیڑ میں اسے کسی کے لیے بدل نہیں سکتا۔ آپ لوگوں کو بھی یہ حقیقت قبول کرنی ہوگی۔‘‘

کاظمی صاحب خاموش ہو گئے۔

ان کے پاس کہنے کو بہت کچھ تھا مگر بیٹے کی آنکھوں میں اپنے فیصلے کے لیے جو اٹل یقین تھا اس کے سامنے ان کے الفاظ جیسے دم توڑ گئے۔

زاوش نے نگاہیں جھکا لیں۔ وہ اپنے باپ کو دکھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا مگر ریان سے دست بردار ہونے کا تصور بھی اس کے لیے ناممکن تھا۔

دونوں کے بیچ گہری خاموشی چھا گئی۔

ایک طرف ماں باپ کی خواہشات تھیں دوسری طرف ایک دوست کا اپنے دوست سے کیا ہوا عہد۔

اور دونوں میں سے کوئی بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھا۔

▪▪▪▪▪▪▪▪▪▪

ارشام آہانہ کو یونیورسٹی سے لینے کے لیے نکلنے ہی والا تھا کہ شہروز خان کی گرج دار آواز نے اس کے قدم روک دیے۔

"کہاں جا رہے ہو؟"

ارشام نے پلٹ کر دیکھا۔

"اپنی بیوی کو لینے۔"

"ادھر آؤ میرے سامنے بیٹھو۔"

ان کے لہجے میں حکم تھا جسے نظرانداز کرنا آسان نہیں تھا مگر ارشام بھی اپنی جگہ کسی کی مرضی کے آگے جھک جانے والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ خاموشی سے پلٹا اور دادا حضور کے سامنے جا بیٹھا۔ اسے اندازہ تھا کہ گفتگو کس موضوع پر ہونے والی ہے۔ وہ کل سے ہی اس کے لیے ذہنی طور پر تیار تھا۔

شہروز خان نے چند لمحے اسے بغور دیکھا، پھر گویا ہوئے۔

"آہانہ کو ڈرائیور لے آئے گا۔۔"

"معذرت وہ میری بیوی ہے ڈرائیور کی نہیں اسے میں خود لاؤں گا"

ارشام کے جواب پر اپر کھڑے ازلان اور نرمین عش عش کر اٹھے ۔

"کل تم نے بی جان کے ساتھ جس طرح بدتمیزی کی وہ ناقابلِ قبول تھی۔ آخر تم دن بدن اتنے گستاخ کیوں ہوتے جا رہے ہو؟"

ارشام کے لبوں پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ابھری۔

"وہ مجھے زن مریدی کا طعنہ دے رہی تھیں"

"تو کیا غلط کہہ رہی تھی کیا تم نہیں ہو ؟"

"آپ نے بی جان کی بات سن کر فیصلہ کر لیا کہ بدتمیزی میں نے کی ہے تو پھر یقیناً میں قصوروار ہی ہوں گا۔ اب آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں؟ جو سزا دینی ہے دے دیجیے۔"

"اپنی زبان سنبھالو، ارشام وہ تمہاری دادی ہیں۔ تمہیں ان سے بات کرنے کی تمیز ہونی چاہیے۔"

"اگر وہ واقعی میری دادی کی طرح پیش آتیں تو شاید مجھے ان کے بارے میں آپ سے اس طرح بات نہ کرنا پڑتی۔"

ارشام کے لہجے میں تلخی اتر آئی۔

مان لیجیے ہم ان کی آنکھوں میں کھٹکتے ہیں۔ ہماری خوشیاں ان سے دیکھی نہیں جاتیں۔ ورنہ ایک دادی کو اپنے پوتے کی خوشی سے کیا مسئلہ ہو سکتا ہے؟"

"آخر کب تک تم اپنی دادی سے اس طرح بدگمان رہو گے؟ تم نے تو کبھی انہیں قبول ہی نہیں کیا"

"آپ ان کا خیال رکھیے ان کی ہر بات مانیے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن میرے معاملے میں ان کی مداخلت مجھے قبول نہیں۔"

بی جان کی برداشت ختم ہو چکی تھی ارشام اس قدر باغی ہو جائے گا انہیں اندازہ بھی نہیں تھا---

شہروز خان کی آنکھیں سکڑ گئیں--

"تم خود کو بہت سمجھ دار سمجھنے لگے ہو؟"

URDU NOVELS MAG

میں نے انہیں یہ حق نہیں دیا کہ وہ میرے اور آہانہ کے درمیان فیصلے کریں۔ وہ مجھے بتائیں کہ مجھے اپنی بیوی کے ساتھ کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں۔ یہ میرا اور میری بیوی کا معاملہ ہے۔ میری ازدواجی زندگی پر فتوے جاری کرنے کا اختیار میں کسی کو نہیں دوں گا، چاہے وہ اس گھر میں کتنا ہی بڑا مقام کیوں نہ رکھتا ہو۔''

شہروز خان نے اسے گھور کر دیکھا۔

''تم ہمیں دھمکیاں دے رہے ہو؟''

''نہیں میں آپ کو اپنے ارادے سے آگاہ کر رہا ہوں۔'' ارشام نے دوٹوک لہجے میں جواب دیا۔

شہروز خان نے میز پر ہاتھ مارا۔

"ارشام مرد عورت کے لئے بولتے اچھے نہیں لگتے"

''یہ تو سعادت کی بات ہوتی ہے۔''

''یہ سعادت نہیں، بے غیرتی ہوتی ہے''

''یہ بے غیرتی تو ہمارے گھر کے سبھی بڑوں نے کی ہوئی ہے، صرف مجھے ہی الزام کیوں؟''

شہروز خان چند لمحے اسے دیکھتے رہے۔

''تمہیں بڑوں سے بات کرنے کا ادب نہیں رہا''

ارشام کی آواز دھیمی تھی مگر ہر لفظ تیر کی طرح نکلا۔

''جہاں بات اپنے حق کی ہو وہاں کبھی کبھی بے شرمی دکھانی پڑتی ہے۔''

URDU NOVELS MAG

''اپنی حد میں رہو، ارشام''

''حد وہ ہوتی ہے جو دوسروں کے حق میں رکاوٹ نہ بنے۔''

''تم آہانہ کے لیے پورے گھر سے لڑو گے؟''

''اگر ضرورت پڑی تو پورے خاندان سے بھی لڑوں گا۔''

''تمہیں رخصتی سے پہلے ہی اپنی بیوی پر اتنا اختیار جتانے کا حق کس نے دیا؟''

ارشام کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئیں۔

''نکاح نے۔''

''ابھی تمہاری رخصتی نہیں ہوئی''

شہروز خان نے سختی سے کہا۔

''ہر رشتے کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، کچھ حدود ہوتی ہیں۔ تم اپنی مرضی سے ہر حد پار نہیں کر سکتے۔''

''کون سی حد پار کی ہے میں نے؟ ''

ارشام کی آواز میں سختی در آئی۔

''حدود کی بات ہی کرنی ہے تو پھر ذرا اپنے ماضی کو بھی یاد کیجیے، دادا حضور''

شہروز خان کے چہرے پر ناگواری ابھری۔

''کیا مطلب ہے تمہارا؟''

''مطلب یہ کہ آپ نے بھی کبھی کسی کی پروا نہیں کی تھی جب بات اپنی بیوی کی آئی تھی۔

URDU NOVELS MAG

''ارشام کا لہجہ اب بھی مضبوط تھا۔

''آپ کو یاد ہے نا، آپ نے دادی جان سے شادی کرنے کے لیے پورے خاندان کی مخالفت مول لے لی تھی؟ کتنی رکاوٹیں آئیں، کتنے لوگوں نے آپ کو سمجھایا، کتنے رشتے آپ کے خلاف ہوئے، مگر آپ نے کسی کی ایک نہ سنی۔ آپ کو بس وہی دکھائی دیتی تھیں۔ وہ جگہ تو آپ بی جان کو بھی نہ دے سکے"

شہروز خان کے چہرے کے تاثرات بدلنے لگے

ارشام نے ان کے اندر اٹھنے والی ہلچل کو محسوس کیا۔

اصل آگ تو کمرے میں بیٹھی بی جان کو لگی ارشام کے الفاظ ان کے سینے کو لہو لوہان کر گئے تھے۔

شہروز خان کی نگاہیں چند لمحوں کے لیے اس سے ہٹ گئیں۔ ماضی کے بند دریچوں سے گزرا ہوا وقت جیسے ان کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

ارشام نے قدرے نرم اور سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

''کیا اپنی بیوی سے محبت کرنا غلط بات ہے؟ اس کے قریب رہنے کی خواہش رکھنا، اسے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنا، اس کی فکر کرنا کوئی جرم ہے؟''

اس نے ایک لمحے کو توقف کیا۔

''مجھ سے پہلے کسی نے اپنی بیوی کے ناز نہیں اٹھائے؟ کیا میں زمانے کا واحد پہلا مرد ہوں جو اپنی بیوی سے کھلے عام اور سرِعام محبت کا دعویٰ کر رہا ہے؟''

شہروز خان خاموش رہے۔

ارشام کی آواز میں محبت پوری شدت سے بول رہی تھی۔

’’میں آہانہ کے ناز اٹھاتا ہوں تو مجھے شرمندگی نہیں ہوتی۔ وہ روئے تو میرا دل گھبراتا ہے، وہ ناراض ہو تو میری رات بے چینی میں گزرتی ہے، وہ مسکرائے تو مجھے لگتا ہے جیسے میری پوری دنیا روشن ہو گئ۔‘‘

شہروز خان نے اسے مزید کہنے سے روکا ۔

"محبت مرد کو کمزور بنا دیتی ہے ارشام"

"نہیں مجھے محبت نے طاقت دی ہے"

"مجھے میری بیوی کی رخصتی جلد چاہئے اس سے پہلے کہ میں ضد میں آ کر خود کوئی قدم اٹھا لوں ---"

یہ کہہ کر وہ کمرے سے نکل گیا۔

وہ جانتے تھے کہ ارشام اپنی بات سے پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں۔

اپر گیلری میں کھڑے حشام، ازلان اور نرمین کی نظریں باری باری نیچے بیٹھے شہروز خان اور بی جان پر جا رہی تھیں۔ تینوں بڑے مزے سے نیچے چلتی گفتگو سن رہے تھے ۔

نرمین نے آہستہ سے ازلان کی طرف جھک کر سرگوشی کی۔

"بھائی آپ کو نہیں لگتا ارشام بھائی نے محبت کی پی ایچ ڈی مکمل کر لی ہے ؟"

ازلان اپنی مسکراہٹ چھپا گیا ۔

حشام نے بازو سینے پر باندھتے ہوئے سنجیدہ شکل بنائی۔

''اور مجھے تو اپنے مستقبل کی فکر ہو رہی ہے۔ کل کو میری شادی ہوئی تو اگر میں نے اپنی بیوی کے حق میں دو لفظ بول دیے تو مجھے بھی اسی طرح طلب نہ کر لیں۔''

''آپ کی شادی؟ پہلے کوئی آپ کو برداشت کرنے پر تو راضی ہو"

زرمین نے لقمہ دیا۔

حشام نے اسے گھورا۔۔

"بہت زبان چلنے لگی ہے تمہاری ؟"

''اصل زبان تو نیچے ارشام بھائی چلا رہے ہیں بی جان کے خلاف بھی بول گئے، دادا حضور کو بھی ماضی یاد دلا دیا اور آخر میں گھر چھوڑنے کی دھمکی بھی دے دی۔ ایک ہی نشست میں پورا حساب برابر"

ازلان زرمین سے متفق ہوا۔

"بات تو صحیح ہے۔ ارشام بھائی کی محبت دیکھ کر لگتا ہے، آہانہ باجی نے انہیں کوئی ایسا تعویز باندھ دیا ہے کہ اب انہیں گھر کے کسی فرد کی پروا ہی نہیں رہی۔''

"ارے اسے تعویز نہیں نکاح کی طاقت کہتے ہیں"

حشام نے تصحیح کی۔

"آپ کو بڑاپتا ہے نکاح کی طاقت کا ؟"

زرمین نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر ہنسی دبائی۔

تم دونوں چپ کرو اور خاموشی سے نیچے دیکھو وہ میسنی عورت کیسے باتیں سن رہی تھی چھپ کر۔۔

ازلان نے دونوں کی توجہ دروازے کے پیچھے کھڑی بی جان کی طرف کروائی جس نے گفتگو کا ایک ایک لفظ سنا تھا۔

ارشام کے قدموں کی آواز دور ہوئی تو وہ باہر نکل کر آئیں ۔ ان کے چہرے پر غصہ اور تحقیر صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"آپ نے اسے پھر جانے دیا؟"

انھوں نے شہروز خان کو گھورتے ہوئے کہا۔

"آپ کے سامنے وہ آپ کی بات کاٹ کر گیا ہے،آپ کی بیوی کے بارے میں ایسی باتیں کہہ کر گیا ہے، اور آپ خاموش بیٹھے رہے؟"

"جانے دو اسے وہ حق پر ہے"

"آج اسے یہ چھوٹ دے دی، کل یہ گھر کے ہر اصول کو اپنے پیروں تلے روند دے گا۔ آپ کی یہی نرمی اسے سر پر چڑھا رہی ہے۔"

"بس کرو تم ۔۔اور اس کے معملات میں مت بولا کرو"

شہروز خان الٹا بی جان پر ہی برس پڑے ۔

"میں دور رہوں ۔۔۔میں ؟؟؟"

بی جان کی آنکھیں ابلنے کو تھیں ۔

"بیٹا گھر کا ماحول مت خراب کرو میں سروش اور حیدر کو لے کر پہلے ہی پریشان ہوں"

"آپ کو اگر لگتا ہے میرے خاموش رہنے سے سب ٹھیک ہو جائے گا تو میں خاموش ہو جاتی ہوں مگر سب ٹھیک نہ ہوا تو ؟"

بی جان کے لبوں پر ایک سرد مسکراہٹ پھیل گئی۔

"مجھے اپنے بچوں پر یقین ہے بیٹا"

شہروز خان نے اعتماد سے کہا۔

"ارشام سمجھ دار ہے۔ وہ سب کو دوبارہ قریب لے آئے گا۔ یہ کشیدگی ہمیشہ نہیں رہے گی۔ وقت کے ساتھ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

بی جان نے ایک زہریلی مسکراہٹ ہونٹوں کے پیچھے چھپائی۔ جتنا زہر وہ دونوں بھائیوں کے بیچ انڈیل چکی تھیں وہ جانتی تھیں اس کا رسلٹ بہت جلد آئے گا۔۔۔وہ شہروز خان کو پریشان دیکھ کر اندر ہی اندر بہت خوش تھیں۔۔۔

اپر کھڑے تینوں بچے صاف صاف دیکھ رہے تھے کہ بی جان کس طرح دادا جان کو سب سے بدظن کر رہیں تھیں مگر وہ افسوس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

گھر ہمیشہ بیرونی دشمنوں کے ہاتھوں تباہ نہیں ہوتے ایک منفی سوچ، حسد اور دلوں میں شکوک گھولنے کی عادت خاندان کی بنیادوں میں ایسا زہر اتار دیتی ہے کہ محبت کے مضبوط ترین رشتے بھی اندر ہی اندر دم توڑنے لگتے ہیں۔ اور جب کسی گھر میں نفرت پھیلانے والا اپنا ہی ہو، تو دیواروں کو گرنے کے لیے باہر سے آنے والی آندھی کی ضرورت نہیں رہتی۔

)لمحہ فکریہ(

....

یونیورسٹی سے واپسی پر یمنہ ابھی گھر میں داخل ہی ہوئی تھی کہ سامنے کا منظر دیکھ کر اس کے قدم رک گئے۔

صفیہ سر پر دوپٹہ ڈالے صحن میں بیٹھی سینہ پیٹ رہی تھی۔آنکھیں سرخ تھیں، چہرہ رونے سے سوجا ہوا تھا اور زبان پر بس ایک ہی نام تھا۔

''ہائے میرا بچہ میرا عمیر اللہ جانے کس حال میں ہوگا میرا بچہ"

وہ سینے پر ہاتھ مارتی ہوئی چلائی ۔

''ذرا اپنے بیٹے کے کرتوت بھی تو دیکھو۔"

URDU NOVELS MAG

اقبال چارپائی سے اٹھتے ہوئے بولا ۔

''تو کیا اب میں اسے مرنے کے لیے چھوڑ دوں؟ میرا اکلوتابیٹا ہے وہ میرے منہ نہ لگ تو ---"

صفیہ نے پھر سے بین ڈالنا شروع کر دیا۔

''ہائے ،،میرا بچہ پتا نہیں اس پر کیا گزر رہی ہوگی''

یمنہ خاموشی سے دروازے کے پاس کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ عمیر نے ایک بار پھر کوئی نیا گل کھلایا ہے۔

صفیہ کی نظر اس پر پڑی تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''یمنہ اچھا ہوا تو آ گئی۔ چل، میرے ساتھ"

یمنہ چونکی۔

"کہاں؟"

"تھانے اور کہاں؟"

"تھانے؟ مگر میں کیوں جاؤں؟"

اسے عمیر کی وہ گھٹیا حرکتیں یاد آ گئیں جنہوں نے اس کا اپنے ہی گھر میں جینا مشکل کر دیا تھا۔ پہلی بار اسے لگا کہ شاید قدرت نے اس کے ظلم کا حساب لینا شروع کر دیا ہے۔ کاش، یہ وہیں بند رہے۔ ساری عمر۔اس نے دل ہی دل میں خواہش کی ۔

"کیا سوچ رہی ہے؟"

URDU NOVELS MAG

صفیہ کی تیز آواز نے اسے چونکا دیا۔

"جلدی چل"

"لیکن اماں میں ابھی یونیورسٹی سے آئی ہوں۔ کپڑے بھی نہیں بدلے کچھ کھایا بھی نہیں---"

وہ منمنائی ۔

"تیرا دماغ خراب ہے جوان لڑکی کو تھانے لے کر جائے گی ۔"

اقبال بھی خاموش نہ رہا ۔

"نہیں ہوتا تیری بیٹی کو کچھ یہ پڑھی لکھی ہے ذرا ان کی بات سمجھ لے گی ---میں جلدی لے آؤں گی اسے"

صفیہ تو جیسے فیصلہ کر چکی تھی۔

"اماں کم از کم مجھے دو لقمے تو کھا لینے دیں۔ "

یمنہ نے آخری کوشش کی۔"

"میرا بچہ وہاں جیل میں سڑ رہا ہے اور تجھے کھانا کھانا ہے ---چل جلدی میرے ساتھ"

وہ یمنہ کو گھسیٹتی ہوئی باہر لے گئی --

یمنہ بے بسی سے اقبال کو دیکھتی رہی --وہ بیچارہ بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا --

وہ سارے راستے عمیر کو بددعائیں دیتی رہی تھی۔

URDU NOVELS MAG

"اللہ کرے الٹا لٹکا کے چھتول ہو اس کمینے کی"

یمنہ نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے قدم تیز کیے۔

"اللہ کرے تیری ضمانت بھی نہ ہو منحوس انسان"

وہ ابھی ایک اور بددعا سوچ ہی رہی تھی کہ صفیہ نے پلٹ کر دیکھا۔

"کیا بڑبڑا رہی ہے؟"

"کچھ نہیں اماں دعا کر رہی ہوں۔"

یمنہ نے معصوم شکل بنائی۔

"اللہ غارت کرے اس نمونے کو"

وہ مسلسل بڑبڑاتے ہوئے تھانے کی طرف بڑھ رہی تھی --اس کی دلی خواہش تھی کہ عمیر جیل میں ساری عمر سڑتا رہے ----

....

تھانے کے اندر قدم رکھتے ہی یمنہ پر یہ تلخ حقیقت آشکار ہو گئ یہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں فریادیں تو انبار کی شکل میں موجود تھیں مگر سننے والا کوئی نہیں تھا۔

ہر طرف شور افراتفری اور اپنے حق کی جنگ لڑتے لوگ تھے۔ ہر شخص کے پاس اپنی پریشانی سنانے کے لیے تو عمر بھر کا وقت تھا مگر کسی دوسرے کی تکلیف کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں۔ اس ماحول کی سنگینی نے یمنہ کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک سرد لہر دوڑا دی۔

اسے اپنے وجود پر گندی اور ناگوار نظریں محسوس ہوئیں۔ کونے میں بیٹھے دو مشکوک سے آدمی اسے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے۔ یمنہ کی روح تک کانپ اٹھی۔ اس نے کبھی زندگی میں حجاب نہیں لیا تھا مگر یہ جگہ ہی ایسی تھی کہ اس کا جی چاہا کاش وہ زمین میں سمائے یا کوئی غیب کا پردہ اسے ڈھانپ لے۔

اس نے جلدی سے اپنے شانے پر پڑا دوپٹہ اٹھایا اور اسے منہ پر لپیٹ کر حجاب بنانے کی ناکام کوشش کرنے لگی۔ مگر دوپٹہ بھی جیسے آج اس کے ساتھ دشمنی پر اترا ہوا تھا۔ جیسے ہی وہ اسے سر اور چہرے پر ٹکاتی وہ پھسل کر دوبارہ نیچے گر جاتا۔

"منحوس تو تو ٹک جا کم از کم "

URDU NOVELS MAG

دل ہی دل میں دوپٹے کو کوستے ہوئے ایک بار پھر اسے کس کر اپنے چہرے پر لپیٹا لیکن وہ ضدی بنا ہر بار پھسل کر اس کی محنت پر پانی پھیر دیتا۔

تھانے کے دوسرے رخ پر ایک سپاہی میز پر پھیلی بوسیدہ فائلوں میں سر کھپائے کچھ تلاش کر رہا تھا، جبکہ اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا ایک شخص مسلسل ہاتھ جوڑ کر اپنی بے گناہی کی دہائی دے رہا تھا جسے سننے کی زحمت وہاں کوئی نہیں کر رہا تھا۔۔ دوپٹے کی ناکام جدوجہد کے بیچ اس کے ذہن میں ایک دم خیال آیا۔

"اللہ کرے عمیر کو عمر بھر کی قید ہو جائے"

وہ اب بھی دل ہی دل میں اپنے اللہ کو مخاطب کرتی ہوئی صفیہ کے ساتھ چلتی جا رہی تھی ۔

صفیہ ڈیسک کے قریب پہنچ کر بولی۔

''سنو بھائی میرا بیٹا کہاں ہے؟''

سپاہی نے سر اٹھائے بغیر پوچھا۔

''کون سا بیٹا؟''

''ارے میرا عمیر اسے تم لوگ پکڑ کر لائے ہیں۔''

"تو کوئی کارنامہ انجام دیا ہو گا اس نے تبھی پکڑا ہو گا جرم بتا کس الزام میں پکڑا ہے ؟

وہ سپاہی سڑا ہوا بیٹھا تھا صفیہ کو بھی الٹی باتیں ہی سنا رہا تھا ۔

"جوئے ۔۔کا الزام ہے اس پر"

URDU NOVELS MAG

صفیہ ہکلا کر بولی --- سپاہی نے اپنا کان صاف کرتے ہوئے گردن اٹھا کر دیکھا ۔

"وہ اندر صاحب بیٹھے ہیں ان سے جا کر پوچھ ---انہوں نے پرچا کاٹا ہے"

اس نے سائیڈ پر بنے کمرے کی طرف اشارہ کیا جس کے باہر بورڈ لگا ہوا تھا ۔

"ایس ایچ او --- فرزام سکندر"

یمنہ نے زیر لب نام دہرایا --

یمنہ کے دل میں تو جیسے خوشی کے لڈو پھوٹ رہے تھے۔

یا اللہ یہ انتظار ذرا لمبا کر دے۔ اتنا لمبا کہ میری یونیورسٹی کی ڈگری مکمل ہو جائے میں نوکری بھی کر لوں اپنے پیروں پر کھڑی بھی ہو جاؤں اور پھر یہ حضرت رہا ہوں تو مجھے کوئی فرق نہ پڑے ؟

اس نے دل ہی دل میں اپنے خیال کی داد دی۔

"آمین ثم آمین"

"منحوس کیا بڑبڑائے جا رہی تو چلتی کیوں نہیں اندر"

صفیہ کی بے چینی بڑھتی جا رہی تھی ۔

"اماں ایس ایچ او کا کمرہ ہے اسی کا نام پڑھ رہی ہوں تو چلی جا اندر میں باہر بیٹھتی ہوں"

یمنہ نے اپنی جان چھڑانا چاہی ۔

"بکواس نہ کر تجھے لائی کس لئے ہوں کہ تو کسی وڈے افسر سے بات کر بڑی آئی باہر بیٹھتی ہوں -- چل اندر مر"

URDU NOVELS MAG

وہ اسے بری طرح دھکا دیتی اندر کی جانب دھکیل گئی ۔ کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی اسے حیرت کا جھٹکا لگا ۔۔۔۔

یمنہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"یہ۔۔۔ یہ تو وہی ہے۔۔وہی عجیب و غریب انسان جس سے یونیورسٹی جاتے ہوئے ٹکر ہوئی تھی۔ یہ تو اتنا بڑا افسر نکلا"

یمنہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"تبھی اتنی اکڑ ہے سڑیل انسان میں ۔۔"

وہ اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھی اور وہ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا ۔اس کی پروقار اور روبدار شخصیت سے ہی اس کے بااثر اور دبنگ افسر ہونے کا اندازہ ہوتا تھا۔یمنہ پر نظر پڑی تو شناسائی کا ہلکا سا تاثر ابھرا مگر وہ اسے شان بے نیازی سے نظر انداز کرتا دوبارہ مصروف ہو گیا ۔

"آگے بڑھ کر پوچھ میرا عمیر کہاں ہے ؟"

صفیہ نے اس کا بازو زور سے کھینچ کر آگے کیا ۔

"نظر نہیں آرہا وہ فون پر بات کر رہا ہے صبر کر تھوڑا"

وہ اپنا بازو سہلاتی ہوئی بولی ۔۔

"کیا مسئلہ ہے تم دونوں کا ؟"

وہ فون بند کرتا ہوا ان کی طرف متوجہ ہوا ۔

صفیہ اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

''مسئلہ کیا ہے؟ آپ لوگوں نے میرے بیٹے کو ناجائز بند کر رکھا ہے میرا بچہ کوئی چور ڈاکو نہیں ہے کہ اسے اٹھا کر تھانے میں ڈال دیا''

وہ تیز آواز میں بولی تو یمنہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی وہ سانس روکے کرسی پر بیٹھے ہوئے انسان کو دیکھ رہی تھی جس کے چہرے کے خد و خال ذرا ٹس سے مس بھی نہ ہوئے تھے ۔

"اماں ایس ایچ او ہے تمیز سے بات کر تجھے بھی اندر ڈال دے گا"

یمنہ کی بات پر صفیہ تھوڑا گھبرائی ۔

فرزام خاموشی سے اس کی بات سنتا رہا۔

''میرا بیٹا ایسا نہیں ہے آپ لوگوں کو ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ چاہیں تو پورے محلے سے گواہی لے لیں۔ سب جانتے ہیں میرے بچے کو"

صفیہ سکندر کے سامنے والی کرسی گھسیٹ کا بیٹھ چکی تھی اور یمنہ گہری سانس لیتی فرزام کو ہی دیکھ رہی تھی ۔ جانتی تھی کچھ ہی دیر میں وہ جانور جیل سے باہر ہو گا اس کا جینا حرام کرنے کے لئے ۔۔

"بیٹھ جاؤ"

فرزام نے اسے کھڑا دیکھا تو اسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا ۔

"نہیں"

وہ بس اتنا کہتی ہوئی نظر جھکا گئی ۔۔

URDU NOVELS MAG

"مجھے اپنا بیٹا واپس چاہئے تو بھی تو کسی کا بیٹا ہے سوچ اگر تیری ماں کسی کے سامنے یوں گڑگڑا ہوتی تو کیسا لگتا تجھے ؟"

"اپنے بیٹے کی تربیت اچھی کی ہوتی تو وہ آج یہاں نہ ہوتا قصور تمہارا اپنا ہے بی بی"

فرزام کے سپاٹ جواب نے یمنہ کے جلتے دل پر بالٹی بھر پانی پھینکنے کا کام کیا تھا اس کے چہرے کی مسکراہٹ فرزام بھی دیکھ چکا تھا مگر وہ یہ سب سمجھنے سے قاصر تھا کہ ایک بہن اپنے بھائی کو جیل میں دیکھ کر کیسے خوش ہو سکتی ہے ۔ اس لڑکی کا رویہ اس کے لیے انتہائی غیر متوقع اور عجیب تھا۔۔فرزام کی تیز نظریں بھانپ چکی تھیں کہ وہ لڑکی عمیر کی بہن نہیں ہے ۔فرزام نے کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے اس کے پیروں پر نظر ڈالی یمنہ نے اب تک وہی جوتی پہن رکھی تھی اس کی نظروں کا تعاقب جان کر یمنہ نے بے اختیار پاؤں پیچھے کیے ۔

URDU NOVELS MAG

"دیکھو بیٹا میں بتا رہی ہوں نہ وہ بہت شریف ہے اسے کسی نے پھنسایا ہو گا وہ تو سیدھا سادھا سا معصوم لڑکا ہے"

صفیہ نے دوبارہ تمہید باندھی تو یمنہ نے اپنی ہنسی دوپٹے میں چھپا لی ۔فرزام بہت غور سے اب اسے دیکھ رہا تھا ۔

"یہ لڑکی کیا لگتی ہے تمہاری ؟"

فرزام کے غیر متوقع سوال پر صفیہ اور یمنہ دونوں نے ہی نظریں اٹھا کر ایک دوسرے کو دیکھا ۔۔

"چھوری ہے جی میرے میاں کی"

صفیہ نے الجھن زدہ لہجے میں جواب دیا۔

فرزام نے کچھ سوچتے ہوئے حوالدار کو اشارہ کیا کہ وہ عمیر کو باہر لے کر آئے۔ صفیہ کے چہرے پر امید کی ایک لہر دوڑ گئی کہ اس کا بیٹا اب چھوٹ جائے گا مگر اس کے برعکس یمنہ کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا۔ وہ دل ہی دل میں کانپ اٹھی کیونکہ وہ بالکل نہیں چاہتی تھی کہ وہ آفت زدہ انسان جیل سے باہر قدم رکھے مگر ماحول اور حالات دیکھ کر اسے یہی لگ رہا تھا کہ یہ افسر اسے رہا کرنے والا ہے۔ یمنہ کے چہرے کی اڑی ہوئی رنگت اور خوف فرزام کی تیز اور گہری نظروں سے چھپ نہ سکا۔

چند ہی لمحوں میں حوالدار عمیر کو گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لے آیا۔ اس کا گریبان کھلا ہوا تھا اور چہرے پر ایک ڈھٹائی اور فرعونیت صاف جھلک رہی تھی۔ فرزام نے اپنی کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی ہاتھ کی انگلیوں کو آپس میں پیوست کیا اور گہری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

بتاؤ اپنی ماں کو کیا کر کے آئے ہو؟

عمیر نے سیدھا فرزام کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں اور بے باکی سے بولا۔

کچھ بھی نہیں جھوٹے الزام میں لائے ہیں مجھے میں" نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔"

بات مکمل کرتے ہی اس کی نظریں یمنہ پر پڑی مگر یمنہ نے سرد اور سپاٹ چہرے کے ساتھ نظریں پھیر لیں۔ وہ اس کے چہرے پر تھوکنا چاہتی تھی مگر قسمت کے ہاتھوں مجبور تھی ۔

اس کے چہرے سے وہ تمام جذبات غائب ہو چکے تھے جو تھانے کے اندر قدم رکھتے وقت اس کے دل میں مچل رہے تھے۔ فرزام بڑی خاموشی اور عقابی نظروں سے ان دونوں کے درمیان چلتی اس خاموش جنگ کا مشاہدہ کر رہا تھا۔

تم پر صرف جوئے کا الزام نہیں ہے تمہاری ماں کہہ رہی ہے کہ تم ایک بہت شریف اور باکردار انسان ہو اور یہ سارا معاملہ جھوٹا ہے۔ تو اب خود بتاؤ اپنی ماں کو کہ تم کس جرم میں پکڑے گئے ہو؟

فرزام کے اس بارعب اور سخت جملے پر عمیر نے جھلا کر اپنے سر پر ہاتھ پھیرا ایک زبردست ایکشن مارتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولا۔

وہ سب بھی جھوٹ ہے میری ماں جانتی ہے کہ میرے برادری کے لوگ مجھ سے حسد کرتے ہیں اور جل کر اس طرح کے جھوٹے الزامات مجھ پر لگاتے رہتے ہیں۔

صفیہ بھی گھبرا کر بیچ میں بولی۔

بیٹا جانے دو یہ ہمارے آپس کا آپس کا معاملہ ہے یہ سب کچھ چلتا رہتا ہے۔ میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ میرا بچہ آئندہ ان لوگوں کے پاس نہیں بیٹھے گا بس چھوڑ دو اسے۔

فرزام نے صفیہ کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا۔

صرف یہی نہیں بی بی تمہارے اس لاڈلے بیٹے پر لڑکیاں چھیڑنے اور ان کو ہراساں کرنے کا بھی سنگین الزام ہے۔ یہ صرف جوا ہی نہیں کھیلتا بلکہ شریف لڑکیوں کو تنگ کرنا اس کا روز کا معمول ہے۔

اس سنگین الزام پر عمیر نے ایک بے باک اور حقارت آمیز قہقہہ لگایا اور اکڑ کر بولا۔

کوئی ثبوت ہے اس بات کا؟ لاؤ لے کر آؤ ثبوت

عمیر کی اس ڈھٹائی پر یمنہ نے بے اختیار اپنی پلکیں اٹھائیں غصے اور نفرت سے بھری نظر اس پر ڈالی کہ اس ایک ہی نگاہ میں وہ سارا مطلوبہ ثبوت فرزام کو وہیں مل چکا تھا ۔

فرزام نے اپنی کرسی کی پوزیشن ہلکی سی بدلی۔

"یہ لڑکا تیرا سگا بیٹا ہے ؟"

فرزام نے صفیہ کی طرف رخ کیئے سوال کیا ۔

"جی صاحب پہلے شوہر سے ہے"

"تیرے پاس کب سے ہے ؟"

"شادی کے بعد میرے ساتھ ہی آیا تھا جی ۔۔چھوٹا سا تھا تب"

فرزام نے اپنے مخصوص انداز میں یمنہ کی طرف دیکھا اور بارعب لہجے میں پکارا۔

لڑکی ذرا ادھر دیکھو۔ تم گواہی دیتی ہو اس کی؟ چھوڑ دوں اسے؟ گواہی دو گی یہ بہت شریف ہے اور اس پر سب جھوٹے الزام لگ رہے ہیں؟ سب کچھ تمہاری اسی گواہی پر منحصر ہے اگر تم کہو گی تو میں اسے اسی وقت رہا کر دوں گا۔"

URDU NOVELS MAG

فرزام سر کے پیچھے اپنے دونوں ہاتھ باری باری رکھتا یمنہ کا صبر آزما رہا تھا ۔

صفیہ نے بجلی کی تیزی سے پیچھے گردن گھمائی اور چیختی ہوئی بولی۔

اے چھوری بول نا بتا اس افسر کو تیرا بھائی ہے یہ اور کتنا شریف انسان ہے یہ ایسا گھٹیا کام کبھی نہیں کر سکتا۔

عمیر نے بھی اپنی سرخ ہوتی آنکھوں سے یمنہ کو گھورا اور دانت پیس کر دھمکی آمیز لہجے میں ہوا جملہ کسا۔

"بول بولتی کیوں نہیں منہ سے؟"

وہ لمحہ یمنہ کے لیے آر یا پار کا تھا۔ اس نے آج اندر ہی اندر ایک تہیہ کر لیا تھا کہ اب مزید جھوٹ اور پردہ داری نہیں ہوگی۔ خوف کے سارے سائے ٹوٹ چکے تھے اور اندر کا طوفان اس کی زبان پر آنے کو بے تاب تھا۔

یمنہ نے پوری قوت اور بے باکی کے ساتھ سچ اگل دیا۔

"شریف؟ یہ اور شریف؟ یہ حرافہ، کمینہ، غلیظ اور گھٹیا ترین انسان اسے تو کھوتے پر منہ کالا کر کے پورے شہر کی سیر کروانی چاہیئے ۔ یہ شریفوں کی بستی میں چھپا ہوا وہ بھیڑیا ہے جو روز کسی نہ کسی کی بیٹی اور بہن کی عزت تار تار کرنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے ۔ یہ کسی قیمت پر چھوڑنے کے قابل نہیں ہے اسے عمر بھر کے لیے اسی کال کوٹھری میں سڑنا چاہیے۔"

URDU NOVELS MAG

یمنہ کی زبان سے نکلنے والے اس طوفانی سچ نے سارا منظر بدل ڈالا۔ فرزام سکندر یمنہ کی اس بے باک بے خوف اور دھماکہ خیز پھٹ پڑنے والی ادا پر لطف اندوز ہوا ۔ اس کے چہرے پر ایک دلکش گہری اور پرلطف مسکراہٹ پھیل گئ۔ فرزام نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو ٹھوڑی پر رکھا کرسی پر قدرے آگے کی طرف جھکا اور بڑی دلچسپی کے ساتھ یمنہ کے اس روپ کو دیکھنے لگا۔

وہ اس لڑکی کی بے باکی اور دوٹوک سچائی کو کس قدر انجوائے کر رہا تھا اس کا انداز بتا رہا تھا ۔

"کیا بکواس کر رہی ہے تو ---؟"

صفیہ جذباتی ہوتی اپنی کرسی سے کھڑی ہوئی اس کا ارادہ اسے تھپڑ لگانے کا تھا مگر فرزام سکندر کی آواز نے اس کے ہر ارادے کو بھاپ کی طرح اڑا دیا ۔

"خبردار لڑکی کو ہاتھ لگایا تو بیٹے کے ساتھ تجھے بھی بند کر دوں گا"

صفیہ کا اٹھتا ہوا ہاتھ فضا میں معلق رہ گیا۔

عمیر اشتعال میں آ کر آگے بڑھا اور یمنہ کو گھورتے ہوئے زہریلے اور غلیظ ترین لہجے میں دھاڑا۔

"زیادہ اچھل رہی ہے تو... تو سمجھتی ہے کہ اب مجھ سے بچ جائے گی ؟ سالی کمینی تیری اوقات ہی کیا ہے جو اتنی زبان چلا رہی ہے عزت تار تار کرنا کسے کہتے ہیں تجھے میں بتاؤں گا ---- عمیر نے غصے سے ہوئے یمنہ کو ایک انتہائی غلیظ اور فحش گالی دی جس کے الفاظ فرزام کے دل و دماغ کو آلود کر گئے۔

شدید آواز کے ساتھ فرزام سکندر نے اپنی کرسی پوری قوت سے پیچھے دھکیلی ایک لمحے کی بھی تاخیر کیے بغیر وہ بجلی کی سی تیزی سے عمیر کی طرف لپکا۔ اس سے پہلے کہ عمیر اپنا جملہ مکمل کرتا فرزام کا مضبوط ہاتھ بجلی کی طرح اٹھا اور اس نے عمیر کا گریبان اپنے پنجے میں جکڑ کر اسے ہوا میں اٹھا لیا۔

URDU NOVELS MAG

"عورت کو گالی دیتا ہے میرے سامنے ؟ "

فرزام کا چہرہ غصے سے سرخ ہو چکا تھا اس کی آواز میں جنون تھا

"بدمعاشی کرے گا میرے سامنے ؟ میری موجودگی میں میری ہی تحویل میں دھمکی دے گا؟"

فرزام کا ایک زور دار مکا عمیر کے جبڑے پر پڑا جس کی ضرب سے عمیر کا توازن بگڑا اور وہ لڑھکتا ہوا میز سے جا ٹکرایا۔ اس کے منہ سے خون رسنے لگا ۔ وہ درد سے کراہ اٹھا۔

یہ سب اتنی جلدی ہوا کہ صفیہ کا کلیجہ منہ کو آ گیا. اپنے بیٹے کی اس بنتی درگت کو دیکھ کر اس کے پیروں تلے زمین نکل گئی. خوف کے عالم میں وہ ایک ہی جھٹکے میں فرزام کے قدموں میں گر پڑی اور اس کے پاؤں پکڑ کر گڑگڑانے لگی۔

"نہیں ...بیٹا خدا کے لیے معاف کر دو یہ نادان ہے ہوش کھو بیٹھا ہے "

صفیہ روتے ہوئے ہاتھ جوڑنے لگی۔

"بند کر دو اس کو حوالات میں جو مرضی سزا دو اسے سڑنے دو اس کو اس کالی کوٹھری میں جب تک اس کے دماغ کی یہ غلاظت اور گرمی ٹھیک نہیں ہوتی"

وہ جھٹکے سے اس کے بال پکڑ کر چھوڑتا اسے حوالدار کے حوالے کر گیا ۔

یمنہ کا منہ حیرت سے کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

آج اس کے لیے حیرتوں دن تھا۔ وہ انسان جسے وہ تک خاموش پرسکون اور شانت طبیعت کا مالک سمجھتی تھی اس کے اندر اس قدر تباہ کن اور خوفناک غصہ بھرا ہوگا یمنہ نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ اس کے روپ کا یہ خطرناک اور محافظانہ انداز دیکھ کر یمنہ کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔۔مگر عمیر کی دہلائی پر دل کو سکون بھی بہت ہوا تھا ۔

ایک طرف صفیہ پورے تھانے میں ہنگامہ مچائے، چیختی چلاتی ہوئی عمیر کے پیچھے پیچھے حوالات کی طرف جا رہی تھی اور دوسری طرف... یمنہ سکتے کی عالم میں پتھر کی مورت بنی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

قدم تو اس نے اٹھا لیا تھا، ایک بہت بڑا طوفان اپنی مرضی سے برپا کر لیا تھا مگر اس کے سنگین نتائج کیا ہوں گے، اس بات کا پورا ادراک اسے اب ہو رہا تھا۔ خوف کی ایک سرد لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی تھی۔

فرزام سکندر نے اپنی جگہ سے اٹھ کر ایک سرد اور درشت نگاہ یمنہ پر ڈالی اور پھر سوال داغ دیا

"کیا یوں ہی کھڑی رہو گی اب؟ گھر جاؤ... باپ زندہ ہے تمہارا؟"

سکندر کا اچانک اس طرح پوچھنا یمنہ کو چونکا گیا۔ وہ صبح والے نرم یا پرسکون فرزام سے بالکل مختلف لگ رہا تھا۔

یمنہ نے ہونٹوں پر زبان پھری اور بمشکل اتنا بول پائی۔

"جی"

"تو اپنے باپ کو بتایا کیوں نہیں؟"

یمنہ کی آنکھوں میں امڈتے ہوئے آنسو ضبط کی بندشیں توڑنے کو بے تاب تھے، وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"بیمار ہے... دل کے مریض ہیں... اپاہج بھی ہیں مجھے بچا نہیں سکتے اگر یہ سب سن لیا تو شرم اور غصے سے مر جائیں گے"

سکندر کے چہرے کے تاثرات میں نرمی آئی۔

"اور وہ... وہ جو روز تمہاری عزت اور اعتماد کے ساتھ کھیل رہا تھا؟ اس کا کیا؟ آج جو جرات اور بہادری تم نے دکھائی ہے، وہی جرات اب آگے بھی دکھاتی رہنا۔ یاد رکھو، عمیر جیسے سانپ ہر جگہ آستینوں میں چھپے ملتے ہیں، سمجھی تم؟"

یمنہ نے اپنی بھیگی ہوئی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے؟ یہ سب کرنا اتنا آسان تھا؟-- دنیا کے سامنے تماشہ لگانے کے لئے ہمت درکار ہوتی ہے ---بے شرمی چاہیے ----لوگوں کے سوالوں کے جواب تیار رکھنے پڑتے ہیں"

"تو پھر آج بھی خاموش رہتیں"

"اگر آج خاموش رہتی تو زندگی بھر گھٹ گھٹ کر مر جاتی"

سکندر نے گہری سانس بھری اور اس کے جوتوں کی طرف دیکھا ۔

"گھر جا کر جوتا بدل لینا یہ پھر ٹوٹ جائے گا"

یمنہ نے ایک نظر سکندر کے پروقار اور رعب دار سراپا پر ڈالی کیسا انسان تھا کبھی دھوپ کبھی چھاؤں جیسا

--

"اگر گھر جانے کے بعد کوئی بھی مشکل پیش آئے، یا کوئی تمہیں دوبارہ تنگ کرنے کی کوشش کرے... تو کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ سیدھا یہاں تھانے آنا اور رپورٹ لکھوا دینا۔ سمجھ آ گئی بات؟"

یمنہ کا دل زور سے دھڑکا۔ اس نے گڑبڑا کر سر اثبات میں ہلایا۔ اس کے دل میں انوکھا ہیجان برپا تھا خوف، حیرت، اور تحفظ کا احساس۔وہ مزید ایک لمحہ بھی وہاں نہیں کی ایک ہی دن میں اس بندے سے ہوتی دو ملاقاتوں میں اس کے دو الگ الگ پہلو سامنے آئے تھے ۔

جب وہ دروازے کی دہلیز تک پہنچی تو اس کی جوتی دوبارہ ٹوٹ چکی تھی سکندر کا اندازہ بلکل درست تھا۔وہ سرد سانس بھرتی اپنے پیر کو گھسیٹی ہوئی باہر کی طرف لے گئی تھی ۔

''اففف ذرا سا تو لگانے دیں---''

مزنہ نے منہ بسورتے ہوئے بلشون کی کٹ اپنے سامنے سے ہٹائی جسے عظمیٰ پچھلے پانچ منٹ سے اس کے گالوں پر لگانے کی کوشش کر رہی تھی۔"بھابھی آپ مجھے قربانی کا جانور کیوں بنا رہی ہیں؟'' مزنہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

''کیا ضروری ہے کہ آج میری شخصیت تبدیل کر کے نیچے لے جایا جائے؟''

عظمیٰ اس کی شکل دیکھ کر ہنس پڑی۔

''ہاہاہا پاگل لڑکی تمہاری شادی کی تاریخ لینے دلہا میاں خود آرہے ہیں۔ تھوڑی سی تیاری تو بنتی ہے نا۔-"

''تو کیا وہ مجھے پہلی مرتبہ دیکھنے آرہے ہیں؟ ''

''نہیں"

''تو کیا تب کسی نے نہیں کہا تھا کہ ذرا منہ پر رنگ روغن کر لو۔''

''مزنہ ''

عظمیٰ نے اسے گھورا مگر ہونٹوں پر دبی مسکراہٹ چھپانا مشکل ہو رہا تھا۔

''تم ہر بات کا الٹا جواب دینا ضروری سمجھتی ہو؟''

''میں الٹا جواب نہیں دے رہی سیدھی سی بات کر رہی ہوں۔ ''

اس نے میک اپ کا ڈبہ میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے جتنا ریڈی ہونا تھا میں ہو گئی ہوں اور ویسے بھی مجھے یہ سب اچھا نہیں لگ رہا۔ آپ مجھے تنگ مت کریں، پلیز''

عظمیٰ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور محبت سے سمجھانے لگی ۔

''اچھا نہیں کرتی تنگ یہ بتاؤ کہ آج کون سا سوٹ پہننے کا ارادہ ہے؟''

مزنہ نے وارڈ روب کی طرف اشارہ کیا ۔

''وائٹ والا''

''کون سا وائٹ والا؟ ''

عظمیٰ نے حیرت سے پوچھا۔

''وہی جس پر ہلکی سی کڑھائی ہے۔ جو آپ نے میری برتھ ڈے پر گفٹ کیا تھا ۔''

"نہیں وائٹ مت پہنو تم بلیک والا پہن لو"

عظمیٰ نے وارڈ روب سے خود ہی دوسرا ڈریس نکال کر سامنے رکھا ۔

"کیوں اب ڈریس میں بھی پروبلم ہے بھابھی ؟"

مزنہ نے احتجاج کیا ۔

''مزنہ بلیک سوٹ میں تم ذرا سلم لگو گی۔ ''

مزنہ نے ایسے منہ بنایا جیسے عظمیٰ نے اس کے سامنے کوئی ناقابلِ قبول تجویز رکھ دی ہو۔

''دفع کریں مجھے نہیں دکھنا سلم۔ میں جو ہوں ویسے ہی ٹھیک ہوں۔کر تو رہی ہوں وزن کم کھانا پینا سب تو چھوڑ دیا ہے"

''ارے میں نے کب کہا کہ تم موٹی ہو؟''

عظمیٰ نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

''میرا مطلب ہے کہ بلیک تم پر اچھا لگے گا۔''

"نہیں میں وائٹ ہی پہنوں گی"

URDU NOVELS MAG

عظمیٰ نے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

''اللہ اس لڑکی سے کوئی بات کرنا بھی عذاب ہے۔''

''تو پھر مت کریں نا''

مزنہ نے معصومیت سے جواب دیا۔

''میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ مجھے تیار نہیں ہونا۔ آپ زبردستی کر رہی ہیں۔''

عظمیٰ نے اسے دیکھا۔ اس کی شوخ طبیعت کے پیچھے چھپی یہ بات اسے اچھی طرح سمجھ آ گئی تھی کہ مزنہ کو اپنی ظاہری شکل و صورت پر دوسروں کی رائے سننے کی عادت تو تھی مگر وہ اس رائے کے مطابق خود کو بدلنے پر آمادہ نہیں ہوتی تھی۔۔اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا ۔

''اچھا میری جان ''

عظمیٰ نے نرمی سے اس کا گال تھپتھپایا۔

''تمہیں کوئی بدلنے نہیں لگا۔ تم سے جیتنا میرے بس کی بات نہیں''

''تو پھر ہار مان لیں بھابھی''

مزنہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

گھرمیں آج معمول سے کچھ زیادہ ہی چہل پہل تھی۔ شام ڈھلتے ہی گھر کے ہر کونے میں ڈنر کی تیاری شروع ہو گئی تھی۔ ڈرائنگ روم کی میز پر خوب صورت کراکری سجا دی گئی تھی صوفوں کے کشن درست کیے جا رہے تھے اور کھانے کی میز پر سفید ٹیبل رنر کے ساتھ تازہ پھولوں کا گلدان رکھ دیا گیا تھا۔

آج کاظمی خاندان ان کے گھر مدعو تھا۔ فوزیہ نے خود باورچی خانے کی نگرانی سنبھال رکھی تھی۔ عظمیٰ جو اس گھر کی بڑی بہو تھی کبھی کھانے کی تیاری دیکھتی تو کبھی ملازمہ کے ساتھ مل کر مہمانوں کے لیے کمرے کی ترتیب درست کرواتی۔

مگر اس گھر میں ایک ہستی ایسی بھی تھی جسے نہ کھانے کی فکر تھی، نہ مہمانوں کی آمد کی اور نہ ہی اس بات کی کہ کچن میں کس چیز کی کمی رہ گئی ہے۔

اسے تو بس اپنے آپ سے فرصت نہیں تھی۔

فاریہ۔

عظمیٰ مزنہ کو تیار کروا کر نیچے کچن کی طرف جانے ہی لگی تھی کہ فاریہ کے کمرے سے آتی آوازوں نے اس کے قدم روک دیئے --

"کیا آفت لگ رہی ہو فاریہ"

وہ اپنے کمرے میں کھڑی آئینے کے سامنے پوری دل جمعی سے تیار ہو کر خود سے باتیں کر رہی تھی ۔ ڈریسنگ ٹیبل پر میک اپ کا سامان بکھرا پڑا تھا۔ فاؤنڈیشن، بلش، ہائی لائٹر، آئی شیڈو کے کئی رنگ، لپ اسٹکس اور مختلف سائز کے برش دیکھ کر لگتا تھا جیسے کسی بیوٹی پارلر کی پوری دکان اس کے کمرے میں منتقل ہو گئی ہو۔

وہ کبھی آئینے کے قریب ہو کر اپنی آنکھوں کا جائزہ لیتی کبھی ذرا پیچھے ہٹ کر اپنے پورے سراپے کو دیکھتی اور پھر کسی نہ کسی کمی کی نشان دہی کر کے اسے دور کرنے لگتی۔

عظمیٰ اس کا ایک ایک انداز نوٹ کر رہی تھی ---اس کے انداز چونکا دینے والے تھے --

اس نے ہلکے گلابی رنگ کا نفیس لباس منتخب کیا تھا۔اس کی فراک نما قمیص پر باریک سلور دھاگے سے بیل بوٹے بنے تھے جبکہ گلے اور آستینوں پر موتیوں اور چمکتے نگوں کا کام اسے خاصا نمایاں بنا رہا تھا۔
قمیص کے دامن پر نفاست سے کی گئی کڑھائی روشنی پڑنے پر ہلکی سی چمک پیدا کرتی تھی۔

کانوں میں ٹاپس کلائی میں باریک بریسلٹ انگلی میں نگینے والی انگوٹھی اور گلے باریک سی چین اس کے بناؤ سنگھار کو مکمل کر رہے تھے۔ بالوں کو اس نے کھلا چھوڑنے کے بجائے لہروں میں ترتیب دیا تھا۔ ماتھے کے قریب چند لٹیں جان بوجھ کر نکالی گئی تھیں جنہیں وہ بار بار انگلیوں سے سنوار رہی تھی۔

URDU NOVELS MAG

وہ ٹھیک ٹھاک خوبصورت لگ رہی تھی --

اس نے آخری بار گردن ذرا سی موڑ کر آئینے میں اپنا سراپا دیکھا اور مسکرا دی۔

"ماشاءاللہ فاریہ"

وہ خود ہی اپنی تعریف کر کے خوش ہو گئی۔

مگر باہر کھڑی عظمیٰ کو یہ سب ایک آنکھ نہ بھایا تھا ۔

وہ خاموشی سے نیچے کی طرف بڑھ گئی تھی

عظمیٰ بیٹا سب کچھ تیار ہے تم بس ایک بار برتنوں پر نظر ڈال لو مہمان بس آتے ہی ہوں گے ۔

عظمیٰ جو کافی دیر سے برتنوں کو سمیٹتے ہوئے گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی فوزیہ کی آواز پر چونکی ۔

''امی آپ سے ایک بات کہوں؟ آپ برا تو نہیں مانیں گی؟''

عظمیٰ نے کچن میں کھڑی فوزیہ کی طرف دیکھتے ہوئے دھیرے سے پوچھا۔

فوزیہ اس وقت چولہے پر رکھے سالن کو دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے پلٹ کر اپنی بہو کو دیکھا اور مسکرا دیں۔

''ارے میری بچی میں نے تمہیں کبھی مزنہ اور فاریہ سے کم سمجھا ہے؟ جو کہنا ہے بے جھجک کہو۔''

عظمیٰ نے جھجکتے ہوئے اردگرد دیکھا پھر قدرے قریب آ کر بولی۔

''امی مجھے ایک بات مناسب نہیں لگ رہی۔''

''کیا ہوا؟کیا مناسب نہیں لگ رہا ذرا کھل کر کہو''

''ہماری فاریہ اتنا تیار ہو کر مزنہ کے سسرال والوں کے سامنے جائے گی تو اچھا نہیں لگے گا۔''

''آپ مزنہ کو دیکھیں۔ میں نے اسے کتنی مشکل سے کپڑے بدلوا کر تیار ہونے پر آمادہ کیا ہے۔ سادہ سا لباس پہنا ہے، نہ کوئی خاص زیور، نہ زیادہ میک اپ۔ دوسری طرف فاریہ ماشاءاللہ سے پوری بنی ٹھنی بیٹھی ہے۔ ایسا لگ رہا ہے جیسے آج کی تقریب اسی کے لیے رکھی گئی ہو۔''

فوزیہ نے گہری سانس لی۔

وہ اپنی بیٹی کو جانتی تھیں۔ فاریہ کا مزاج کچھ منہ پھٹ سا تھا۔ اسے اپنی مرضی کے خلاف کوئی بات سننا پسند نہیں تھا اور اگر کوئی اسے ٹوکتا تو وہ اسے اپنی بے عزتی سمجھ بیٹھتی۔

URDU NOVELS MAG

عظمیٰ نے بھی اس کے مزاج کو محسوس کر رکھا تھا اسی لیے وہ خود اسے سمجھانے کے بجائے فوزیہ سے بات کر رہی تھی۔

''آپ سمجھ رہی ہیں نا میری بات امی؟ ''

عظمیٰ نے نرمی سے پوچھا۔

''میں یہ نہیں کہہ رہی کہ اسے تیار ہونے کا حق نہیں مگر آج کا موقع مزنہ کا ہے۔ مہمان اس کے سسرال والے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ فاریہ کی ضرورت سے زیادہ تیاری سے کوئی غلط تاثر جائے اور پھر دادی کا مزاج آپ کو معلوم ہے وہ آپ کو ہی باتیں سنائیں گی"

فوزیہ کچھ دیر خاموش رہیں۔

ان کی نظر سامنے رکھے برتنوں پر تھی مگر ذہن میں دونوں بیٹیوں کے مزاج گردش کر رہے تھے۔

''ہاں میری جان میں سمجھ رہی ہوں۔''

انھوں نے بالآخر کہا۔

''تم اس کی بھابھی ہو تم خود بھی اسے سمجھا سکتی ہو۔''

عظمیٰ نے نفی میں سر ہلایا۔

''نہیں امی میرا مناسب نہیں لگتا۔ آپ تو جانتی ہیں فاریہ بات کا برا بہت جلد مان جاتی ہے۔ اسے اگر میں کچھ کہوں گی تو الٹا یہی سمجھے گی کہ بھابھی کو میری تیاری سے مسئلہ ہے۔ مزنہ سے تو میں بلا جھجک کچھ بھی کہہ سکتی ہوں وہ میری بات کا برا نہیں مانتی۔ مگر فاریہ---''

URDU NOVELS MAG

اس نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

فوزیہ نے اپنی بہو کے چہرے پر پھیلی سنجیدگی دیکھی تو معاملے کی نزاکت کو سمجھ گئیں۔

"اچھا تم یہ سب دیکھو میں اس سے بات کرتی ہوں۔"

عظمیٰ نے اطمینان سے سر ہلایا اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

فوزیہ نے کچن سے نکل کر پہلے مزنہ کے کمرے میں جھانکا۔

وہ سادہ سے لباس میں تیار بیٹھی اپنے دوپٹے کی پنیں درست کر رہی تھی۔ چہرے پر ہلکا سا میک اپ تھا بال سلیقے سے بندھے ہوئے تھے اور کانوں میں چھوٹے سے ٹاپس۔

"مزنہ تم نے بس اتنا ہی تیار ہونا تھا؟"

فوزیہ نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

مزنہ نے بے فکری سے کندھے اچکائے۔

"امی اور کتنا تیار ہونا ہے؟ کپڑے صاف ہیں بال بنے ہوئے ہیں، منہ بھی دھو لیا ہے۔ اب کیا میں مہمانوں کے استقبال کے لیے دلہن بن کر بیٹھوں؟"

فوزیہ بے اختیار مسکرا دیں۔

"تم سے بات کرنا بھی مشکل ہے۔ اچھا ذرا کچن میں جا کر اپنی بھابھی کی مدد کر دو۔"

"جی امی"

مزنہ جلدی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اس کے برعکس جب فاریہ کے کمرے کے باہر پہنچ کر فوزیہ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر داخل ہو ہوئیں تو فاریہ نے آئینے سے نظریں ہٹائے بغیر جواب دیا۔ وہ اپنے ہونٹوں پر لپ اسٹک کی آخری تہہ لگا رہی تھی۔

فوزیہ چند لمحے اسے دیکھتی رہیں۔

لباس خوب صورت تھا تیاری بھی نفیس تھی مگر موقع کے لحاظ سے کچھ زیادہ ہی نمایاں تھی۔ فوزیہ کے ذہن میں عظمیٰ کی بات گھوم گئی۔

"بیٹا تم اتنا تیار کیوں ہوئی ہو؟"

فاریہ نے لپ اسٹک بند کی اور آئینے میں اپنی ماں کا عکس دیکھا۔

"کیوں؟ کیا برائی ہے میرے حلیے میں؟"

"میں نے یہ کب کہا کہ تمہارے حلیے میں برائی ہے؟ میں صرف پوچھ رہی ہوں کہ اتنا بننے سنورنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"میرا دل کر رہا تھا اس لیے تیار ہو گئی۔ اب کیا اس میں آپ کو کوئی پرابلم ہے ؟ "

فاریہ نے بے نیازی سے کہا۔

فوزیہ نے اس کے لہجے کو نظر انداز کیا۔

"دیکھو بیٹا آج مزنہ کے سسرال والے آ رہے ہیں۔ ذرا سادگی سے تیار ہو جاتیں تو اچھا تھا۔"

فاریہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔

"مزنہ کے سسرالی ہیں تو کیا ہوا؟ میں ان کے سامنے نہیں جا سکتی ؟"

''فاریہ بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں نے یہ نہیں کہا۔''

''تو پھر مسئلہ کیا ہے امی؟ اس گھر میں میری ہر چیز کو پکڑا کیوں جاتا ہے ؟''

فوزیہ کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

''تم بات کو کہاں سے کہاں لے جاتی ہو میں صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ مہمانوں کے سامنے آنے سے پہلے ذرا اپنا حلیہ درست کر لو۔''

فاریہ نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

''حلیہ درست کر لوں؟ امی آپ نے خود دیکھا ہے مجھے؟ میں نے اتنی محنت سے تیاری کی ہے اور آپ کہہ رہی ہیں حلیہ درست کر لو''

''فاریہ میری بات سنو۔ ''

فوزیہ کی آواز قدرے سخت ہوئی۔

''نیچے مہمان آنے والے ہیں۔ تم جا کر اپنی بھابھی کے ساتھ کچن میں دیکھو کہ کوئی کام باقی تو نہیں"

فوزیہ نے دو ٹوک بات کی ۔

فاریہ نے منہ بنایا۔

''مجھ سے نہیں ہوتے یہ فضول کام۔ سارا دن کچن میں ہی تو لگی رہتی ہیں آپ لوگ۔ مہمانوں کے آنے سے پہلے بھی کچن مہمانوں کے جانے کے بعد بھی کچن ۔"

فوزیہ کو اس کے لہجے پر غصہ آ گیا۔

URDU NOVELS MAG

''تو ٹھیک ہے اگر تمہیں کام کرنا اتنا ہی برا لگتا ہے تو اپنا یہ سجا ہوا بوتھا لے کر مہمانوں کے سامنے مت آنا۔''

فاریہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''پر کیوں امی؟''

''کیونکہ میں نہیں چاہتی کہ آج تم اپنی بہن کے موقع پر اسے پیچھے چھوڑنے کی کوشش کرو۔''

''میں نے کب کہا کہ میں اسے پیچھے چھوڑنے آئی ہوں؟''

''تمہیں ہر بات سمجھانا ضروری ہے؟ ''

فوزیہ نے اسے گھورا۔

''میں تمہاری ماں ہوں تمہاری دشمن نہیں۔ جا کر اپنا حلیہ ذرا مناسب کر لو۔ پھر نیچے آ کر بیٹھ جانا۔ لیکن اس طرح اگر تم نیچے آئیں نا تو میں وہیں سب کے سامنے تمہارا حشر بگاڑ دوں گی۔''

فاریہ کی آنکھوں میں غصہ اتر آیا۔

''امی آپ کو تو بس مزنہ ہی نظر آتی ہے وہ کچھ نہ بھی کرے تو اچھی اور میں ذرا تیار ہو جاؤں تو سب کو مسئلہ ہو جاتا ہے۔''

فوزیہ نے تھکے ہوئے انداز میں آنکھیں بند کر لیں۔

URDU NOVELS MAG

''میں تمہیں کسی سے کم نہیں سمجھتی، مگر ہر موقع پر خود کو مرکزِ نگاہ بنانا بھی ضروری نہیں ہوتا۔ آج تمہاری بہن کے سسرال والے آرہے ہیں۔ اس کی خوشی میں شریک ہو جاؤ اس سے مقابلہ کرنے کی کوشش مت کرو۔''

فاریہ نے جواب دینے کے لیے لب کھولے مگر فوزیہ نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

''بس اب مزید بحث نہیں۔ مہمان آنے والے ہیں اور مجھے بہت کام ہے۔ تمہیں جو سمجھایا ہے اس پر غور کر لینا۔''

وہ یہ کہہ کر کمرے سے نکل گئیں۔

دروازہ بند ہوتے ہی فاریہ نے غصے سے اپنا دوپٹہ کھینچ کر درست کیا اور آئینے میں خود کو دیکھنے لگی۔

''ہونہہ جیسے میں نے تیار ہو کر کوئی جرم کر دیا ہو''

وہ بڑبڑائی۔

اس نے ٹاپس اتارنے کے لیے ہاتھ بڑھایا، مگر اگلے ہی لمحے رک گئی۔

پھر خود کو آئینے میں دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھری۔

''میں کیوں بدلوں اپنا حلیہ؟ میں نے کون سا کسی کا حق مارا ہے''

اس نے جھمکے دوبارہ درست کیے، دوپٹے کی پلیٹیں سنواریں اور اپنا پرفیوم اٹھا کر کلائیوں پر چھڑک لیا۔

''آنے دو مہمانوں کو۔ دیکھتے ہیں کون کسے دیکھتا ہے''

نیچے سے دروازے کی گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔

فاریہ نے آئینے میں آخری بار خود کو دیکھا۔۔

"جو میرا ہے وہ خود مجھ تک پوہنچ جائے گا"

وہ مسکراتی ہوئی باہر نکل گئی۔۔

"یہ دنیا بڑی عجیب جگہ ہے، یہاں وقت اور حالات کی ذرا سی تبدیلی سے معلوم نہیں ہوتا کہ کب، کون، کس کا دشمن بن جائے۔ مگر اس بدلاؤ کے پیچھے سب سے بڑا ہاتھ حسد کا ہوتا ہے۔ حسد ایک ایسی خاموش اور مہلک بیماری ہے جو انسان کو اندر ہی اندر سے کھوکھلا کر کے صرف تباہی کی طرف لے جاتی ہے۔ خدا ہمیں اس آگ سے اور حاسدوں کے شر سے اپنی امان میں رکھے۔"

(لمحہ فکریہ)

ڈائنگ ٹیبل پر چمچوں اور پلیٹوں کی کھنک کے ساتھ باتوں کا شور بھی عروج پر تھا۔ زاوش ترکی کے قصے چھیڑے بیٹھا تھا مزنہ کا بھائی حسن خان اور باپ دلشاد خان تو ایسے چسکے لے کر باتیں سن رہے تھے جیسے ترکی سے زیادہ اہم آج ان کے لئے کوئی چیز نہیں نازیہ اور فوزیہ شادی کی شوپنگ کی باتوں میں مگن تھیں رضوانہ بیگم کبھی کبھی کوئی نصیحت انہیں بیچ میں کرتی رہتیں۔۔ قہقہے بلند ہو رہے تھے ماحول خاصا خوش گوار تھا۔

مزنہ بغور سب کے جائزے لے رہی تھی اور مسلسل کڑھ رہی تھی۔

اس محفل میں کوئی ایک شخص ایسا تھا جسے اس ہنگامے سے کوئی دلچسپی نہیں تھی، تو وہ ارمان تھا۔

وہ اپنی جگہ بیٹھا پلیٹ میں رکھے کھانے کو چمچ سے ادھر ادھر کر رہا تھا۔ چہرے پر بے زاری اور آنکھوں میں ایسی سرد مہری تھی جیسے اسے زبردستی کسی تقریب میں بٹھا دیا گیا ہو۔

سامنے بیٹھی مزنہ کو دیکھ کر اس کے ذہن میں بار بار تصویروں کا خیال آ رہا تھا۔ تصویروں میں نظر آنے والی لڑکی اسے نازک اندام لگی تھی، مگر حقیقت میں مزنہ اس کی توقع سے خاصی بھری بھری تھی۔ اسے اپنے اس تاثر پر خود بھی حیرت تھی، مگر اس کے چہرے پر پھیلتی ناگواری صاف بتا رہی تھی کہ وہ اس تبدیلی کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔

اور مزنہ؟

اسے ارمان کی شکل دیکھ کر ہی غصہ آنے لگا تھا۔

یا اللہ یہ بندہ شادی کی تاریخ لینے آیا ہے یا کسی کی آخری رسومات میں شرکت کرنے؟

اس نے سامنے رکھے سلاد کی پلیٹ اپنی طرف کھینچی اور ایک نظر ارمان پر ڈالی جو ابھی تک کھانے کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے پلیٹ میں کھانا نہیں کوئی ناقابلِ حل مسئلہ رکھا ہو۔ مزنہ نے گردن موڑ کر زاوش کو دیکھا وہ اس کے بھائی کے ساتھ گپیں مار رہا تھا۔۔۔بیوی کے مرنے کا ذرا سا غم بھی اس کے چہرے پر نمایاں نہیں تھا۔۔۔مزنہ کا شرارتی دماغ پاکستان سے ہوتا ہوا ترکی تک پوہنچ گیا۔۔۔اس نے ایک نظر کباب کھاتے ریان کو دیکھا اور ایک نظر زاوش کو ریان کی آنکھیں نیلی تھیں اور رنگ نہایت گورا۔۔۔۔باپ پر تو بلکل بھی نہیں لگ رہا تھا۔۔زاوش بھی جاذب نظر تھا مگر مزنہ کو وہ ریان کا باپ کہیں سے نہ لگا۔۔۔۔ "کسی ترکش لڑکی سے ہی منہ مارا ہو گا اس چول بندے نے"۔۔۔

وہ دماغ میں سب کچھ خود کی اخذ کر چکی تھی۔۔

نظر جھٹک کر دوبارہ سامنے بیٹھے ارمان پر پڑی جو نہ تو کچھ کھا رہا تھا نہ کچھ بول رہا تھا ۔

مزنہ نے گہری سانس لی اور دونوں بھائیوں کا موازنہ کیا ۔ایک بھائی ٹھوسے جا رہا تھا جیسے آج کے بعد اسے کبھی کھانے کا موقع نہیں ملے گا اور دوسرا اتنا بیزار بیٹھا تھا جیسے زندگی کے آخری دن چل رہے ہوں

ہائے مزنہ گھر والوں نے کہاں پھنسا دیا ہے تجھے یہ تو

نہ ہنستا ہے، نہ بولتا ہے، نہ کھاتا ہے۔ اس کے ساتھ زندگی گزارنی پڑ گئ تو میں پہلے ہفتے میں ہی بوریت سے مر جاؤں گی یا بھوک سے ---وہ اپنے تخیل میں اس شادی کا انجام کر بیٹھی تھی ۔

"بیٹا مزنہ ارمان کو کچھ دو"

فوزیہ کی آواز نے اسے خیالوں سے باہر نکالا۔ وہ اپنے ہونے والے داماد کی پلیٹ میں موجود اچھوتے کھانے کو دیکھ کر قدرے فکرمند ہو گئی تھیں۔

"ارمان بیٹا تم کچھ کھاتے کیوں نہیں؟ کھانا پسند نہیں آیا؟"

ارمان نے چمچ پلیٹ میں رکھتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔

"نہیں آنٹی کھانا اچھا ہے۔ بس میں ڈائٹ کے معاملے میں تھوڑا کانشس ہوں۔"

"اچھا"

فوزیہ نے مسکرا کر پوچھا۔

"تو کم کھاتے ہو؟"

ارمان نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''جی میں کھا کھا کر ہاتھی نہیں بن سکتا۔ اپنی صحت کا خیال رکھنا ضروری ہے۔''

مزنہ کے لیے تو گویا اسی لمحے قیامت آ گئی تھی۔

اس نے محسوس کیا کہ ارمان کی نگاہ ایک پل کے لیے اس کی طرف اُٹھی ہے۔

اس کے اندر غصے کا ایک نیا لاوا پھوٹ پڑا۔

"یہ میری طرف دیکھ کر کیوں بولا ؟"

اس نے بڑے ضبط سے پانی کا گلاس اٹھایا ایک گھونٹ بھرا اور گلاس واپس رکھ دیا۔

ارمان اب بھی اسے دیکھ رہا تھا مزنہ کو الجھن ہوئی ۔۔۔

میری طرف کیوں دیکھ رہے ہو؟ تیرے باپ کا کھا رہی ہوں کیا؟ گھورنا بند کر بدتمیز انسان۔۔وہ دل ہی دل میں اس پر شدید خفا ہوتی سر جھکا گئی

اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ میز پر رکھا چمچ اٹھا کر ارمان کے سر پر بجا دے، مگر بد قسمتی سے وہ ایک مہذب گھرانے کی لڑکی تھی اور اس وقت اس کی ماں بھی وہیں موجود تھی۔

سو اس نے اپنے سارے غصے کو ایک مصنوعی مسکراہٹ کے پیچھے چھپا لیا۔

''مزنہ بیٹا''

دادی نے اچانک اسے مخاطب کیا۔

''وہ کباب ذرا ارمان کے آگے کر دو خود اس کی پلیٹ میں ڈال دو۔''

مزنہ کی مسکراہٹ وہیں منجمد ہو گئی۔

"یا اللہ یہ ابھی باقی تھیں ؟ بندہ دیکھ رہا ہے کہ وہ نہیں کھا رہا تو کیوں اسے ٹھسوانے پر تلے ہیں سب

اس کے ہاتھ سلامت ہیں آخر میں ہی کیوں اس کی خدمت پر مامور ہوں؟"

اس نے دل ہی دل میں ایک لمبی سی آہ بھری، پھر کبابوں کی پلیٹ اٹھا کر ارمان کی طرف بڑھا دی۔

"لیجیے۔"

آواز میں مٹھاس لئے وہ مخاطب ہوئی مگر جو دماغ میں وہ سوچ رہی تھی اگر کوئی سن لیتا تو شاید طوفان برپا ہو جاتا۔

ارمان نے پلیٹ کی طرف دیکھا، پھر ایک مختصر سی نگاہ مزنہ پر ڈالی۔

"نو تھینک یو"

بس دو لفظ۔

نہ چہرے پر مسکراہٹ، نہ کوئی اضافی بات، نہ ہی کوئی ایسا انداز جس سے محسوس ہوتا کہ سامنے بیٹھی لڑکی اس کی ہونے والی شریکِ حیات ہے۔

مزنہ نے پلکیں جھپکائیں۔

تھینک یو؟ بس؟ اتنی محنت سے پلیٹ اٹھا کر دی ہے، کوئی تمغہ تو نہیں مانگ لیا میں نے ایک آدھ مسکراہٹ ہی دے دیتے۔ ویسے بھی کون سا تمہارے چہرے پر ٹیکس لگتا ہے؟

وہ دوبارہ اپنی جگہ بیٹھ گئی اور چپکے سے ارمان کا جائزہ لیا۔

اففف کیسے گزارا ہوگا میرا اس بدذوق کے ساتھ؟ یہ تو ہنستا بھی نہیں ہے ۔

”ویسے یہ کباب بنائے کس نے ہیں؟“

اس کی جگہ زاوش نے پلیٹ سے کباب لیتے ہوئے پوچھا۔

دادی نے ایک لمحے کا وقفہ لیے بغیر فخر سے جواب دیا

”ہماری مزنہ نے“

مزنہ کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

کیاااا؟

اس نے آنکھیں پھاڑ کر دادی کو دیکھا۔اللہ معاف کرے اتنا بڑا جھوٹ؟ دادی کا اپنا ہی کچھ چل رہا تھا ۔ ۔ مطلب سسرالیوں کو امپریس کرنے کے لئے کچھ بھی؟؟

وہ دل ہی دل جلتی کڑھتی دادی کو دیکھنے لگی

جس کا مطلب صاف تھا کہ آپ ذرا خاموش نہیں رہ سکتیں تھیں ؟

"آنٹی کیا آپ میرے بابا کو بنانا سکھا دیں گی ؟"

ریان نے اپنا آخری بائٹ ختم کرتے ہوئے بہت پیار سے مزنہ کو دیکھا۔۔۔بچوں میں مزنہ کی کمزوری تھی ۔۔۔ ریان کی بات پر اس نے مسکرا کر اسے محبت سے دیکھا ۔

" sure why not beta "

"ارے بیٹا آپ کو مزنہ بہت سارے بنا دے گی آپ جب تک پاکستان میں ہو جی بھر کے کھانا"

دادی نے سینہ تان کر ایسے بولا جیسے کباب بنانا مزنہ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو --- اس بات کا دادی کا الگ سے حساب لینا میرے اللہ جی -- وہ دادی کو ٹھیک ٹھاک کوس رہی تھی ۔

وہ خاموشی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں جانے کا منصوبہ بنا رہی تھی کہ ریان نے اس کا ہاتھ تھام لیا ۔

"آپ کہاں جا رہی ہیں آنٹی ؟"

مزنہ نے پلٹ کر ریان کے گالوں پر پیار کیا --

"اس گھر میں دو چھوٹے چھوٹے بے بیز ہیں انہیں دیکھنے جا رہی ہوں آپ ملو گے ان سے ؟"

ریان کی آنکھوں کی چمک بڑھی تھی ۔

" Are they real ?"

" yes honey they are "

زاوش ان دونوں کی باتوں کو انہماک سے سن رہا تھا ۔

ریان زاوش سے اجازت لیتا ہوا مزنہ کی انگلی تھام کر اس کے قدموں سے قدم ملانے لگا۔

زاوش نے اجازت دیتی ہوئی پرسکون نظروں سے دونوں کو دیکھا اور لبوں پر ایک ہلکی سی مسکراہٹ سجا لی۔ اسے مزنہ سادہ اور معصوم سی لگی تھی بناوٹ سے پاک وہی ریان جو گھنٹوں کسی اجنبی سے بات تک نہیں کرتا تھا آج چند لمحوں میں مزنہ سے ایسے گھل مل گیا تھا جیسے برسوں کا پرانا تعلق ہو۔

وہ دونوں ہاتھ تھامے آگے بڑھ چکے تھے، اور ان کی ہلکی پھلکی باتیں اور ریان کی کھلکھلاہٹ زاوش کو بھی ہنسنے پر مجبور کر رہی تھی وہ وہیں بیٹھا دونوں کو جاتے دیکھتا رہا اور اس کے دل میں مزنہ کے لیے احترام اور اپنائیت کا احساس اترتا چلا گیا۔۔۔۔

ارمان کے موبائل پر اچانک کال آنے لگی۔ اسکرین پر ابھرتا نام دیکھ کر اس نے فون اٹھایا اور مختصر سا جواب دیا۔

"ایکسکیوز می، مجھے ایک ضروری کال سننی ہے۔"

یہ کہتے ہوئے وہ کرسی پیچھے ہٹا کر اٹھا اور ڈائننگ روم سے باہر نکل گیا۔

گھر کے اندر شور و غل اور قہقہوں کا سلسلہ بدستور جاری تھا۔بات کرنے کے بعد وہ واپس اندر جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ نگاہ لان کی طرف اٹھی وہ فاریہ تھی مگر اکیلی کیوں بیٹھی تھی اور آج ملی بھی نہیں تھی کسی سے ۔ارمان کے دل میں بہت سارے سوال جنم لینے لگے اسی تجسس میں وہ اپنے قدم اس کی طرف بڑھا گیا ۔۔

فوزیہ کی سخت ہدایت کے باوجود وہ اپنا لباس تبدیل کرنے پر آمادہ نہیں ہوئی تھی، البتہ مہمانوں کے سامنے آنے کے بجائے غصے میں لان میں آ بیٹھی تھی کھلے بال شانے پر ایک طرف کیئے اپنی گوری چمڑی کی نمائش کرتی وہ خراب موڈ میں بیٹھی تھی ۔ اس کے چہرے پر ناگواری تھی جیسے گھر والوں نے اس کے ساتھ کوئی بہت بڑی زیادتی کر دی ہو۔

"کیا ہوا فاریہ تم یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو ؟"

ارمان کی آواز پر فاریہ کے چہرے کی خفگی یک دم سمٹنے لگی۔ اس نے بے پروائی سے بالوں کی ایک لٹ انگلی پر لپیٹی اور پھر اسے کندھے کے پیچھے ڈال دیا۔

ارمان نے بہت غور سے اس کی حرکت کو نوٹ کیا تھا ۔

''تم اندر نہیں آئیں؟ ''

ارمان نے پوچھا۔

فاریہ کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھری۔

''اندر؟''

اس نے ڈائننگ روم کی سمت نگاہ ڈالی۔

''مجھ پر پابندی ہے آج وہاں جانے پر"

''وجہ ؟"

"میری خوبصورتی"

ارمان کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

''لیکن وہاں تو ایسا کوئی نہیں جو تمہارے حسن و جمال پر قصیدے پڑھے"

"ارے اسیر جمال ہوتے دیر ہی کتنی لگتی ہے"

ارمان اس کی باتوں پر خاموش ہوا ۔

''ویسے اندر جانا کیوں ممنوع ہے تمہارا ؟"

"میرے گھر والوں کو لگتا ہے کہ مزنہ کی جگہ کہیں آپ کو میں نہ بھا جاؤں"

فاریہ نے بغیر سوچے سمجھے بول تو دیا مگر اسے ڈر بھی تھا کہیں ارمان اس کی شکایات نہ لگا دے---

"یہ کیا احمقانہ سوچ ہے ؟"

فاریہ نے یہ کہتے ہوئے نگاہ اس کی آنکھوں میں گاڑ دی۔

دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی۔

"سوچ پر کسی کے پہرے تو نہیں بٹھا سکتے ہم"

وہ چہرے پر افسردگی کے تاثرات پیدا کرتی ارمان کو الجھا رہی تھی ۔

"تمہارے گھر والے لگتے تو نہیں ایسے"

"بس جیسے سب کو مزنہ کہے اس گھر میں اسی کی چلتی ہے"

ارمان کے چہرے کے خدوخال بدلے تھے---

فاریہ جانتی تھی کہ وہ کس سے بات کر رہی ہے--

اس کے باوجود فاریہ کے لہجے میں نہ جھجک تھی نہ کسی قسم کا احساسِ جرم۔ اس کے اندر ضد سر اٹھا رہی تھی۔

تو یہ ہے وہ ارمان جس کے لیے آج اتنا اہتمام ہو رہا ہے؟

وہ اس سے پہلے بھی مل چکی تھی جرمنی جانے سے پہلے مگر اب وہ پہلے سے زیادہ ہینڈسم ہو گیا تھا---

URDU NOVELS MAG

اس نے ارمان کا جائزہ لیا۔ اس کے سنجیدہ نقوش، متوازن انداز اور گفتگو میں موجود سرد اعتماد نے فاریہ کی دلچسپی بڑھا دی۔

مزنہ کے حصے میں تو واقعی ایک اچھا خاصا خوب صورت آدمی آ گیا ہے۔

"کیا مزنہ نے تمہیں روکا ہمارے سامنے آنے سے ؟"

ارمان نے اس کی بات کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی۔

"آپ پلیز اندر جائیں میرے لئے پرابلم نہ بنیں"

ارمان کے چہرے پر ایک ناگواری سی ابھری جسے فاریہ نے محسوس کر لیا۔

اسے پہلی کامیابی مل گئی تھی۔

اس نے نگاہیں جھکا کر اپنے لباس کی شکن درست کیں پھر کرسی کے پاس پڑا اپنا چھوٹا سا پرس جان بوجھ کا گرا دیا پھر اسے اٹھانے کے لیے ذرا سا آگے جھکی۔ اس کی حرکت بظاہر معمولی تھی لیکن وہ جان بوجھ کر اپنے انداز اور ظاہری دلکشی کی طرف ارمان کی توجہ مبذول کرانا چاہتی تھی۔

پرس اٹھا کر سیدھی ہوئی تو اس نے بالوں کو کان کے پیچھے کیا اور مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ ابھی تک گئے نہیں ؟"

ارمان نے جواب دینے میں چند لمحے لگائے۔

اس کی نگاہ فاریہ کے چہرے پر ٹھہر گئی تھی۔ وہ اس کی شخصیت میں موجود اس خود اعتمادی سے متاثر ہو رہا تھا جو مزنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے اسے محسوس نہیں ہوئی تھی۔ فاریہ کی گفتگو میں بناوٹ ضرور تھی مگر اس وقت ارمان اسے دل چسپ سمجھ رہا تھا۔

"تم بھی ساتھ چلو"

"ہم ساتھ کیسے چل سکتے ہیں ہمارے تو راستے الگ الگ ہیں"

ارمان اس کی ذومعنی باتوں پر پریشان تو ہوا تھا مگر

وہ یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ فاریہ کی دل چسپ گفتگو نے اسے واقعی متاثر کیا ہے یا وہ صرف مزنہ کے ساتھ اپنی بے دلی سے فرار کا کوئی راستہ تلاش کر رہا ہے۔؟؟؟---وہ مزنہ اور فاریہ کا موازنہ کر رہا تھا ---

''ارمان بھائی آپ یہاں ہیں؟''

عظمیٰ کی آواز پر دونوں نے مڑ کر دیکھا۔

عظمیٰ کے چہرے پر پہلے تو اطمینان ابھرا کہ اسے ارمان مل گیا تھا، مگر اگلے ہی لمحے اس کی نگاہ فاریہ پر پڑی۔ فاریہ کا دوپٹہ ایک طرف سرکا ہوا تھا، بال شانے پر بکھرے تھے اور وہ ارمان کے سامنے خاصے بے تکلف انداز میں بیٹھی تھی۔

عظمیٰ کے چہرے کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

''اندر سب آپ کو بلا رہے ہیں ارمان بھائی۔''

اس نے ارمان سے کہا۔

''اچھا میں آتا ہوں۔ ''

ارمان نے مختصر سا جواب دیا۔

وہ فاریہ کی طرف دیکھ کر سر ہلاتا ہوا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

عظمیٰ نے اسے جاتے دیکھا پھر فاریہ کی طرف متوجہ ہوئی۔

''یہ کیا طریقہ ہے فاریہ؟''

فاریہ نے بے پروائی سے اس کی طرف دیکھا۔

"اب کیا کر دیا میں نے ؟"

"تم کسی غیر مرد کے سامنے اس طرح بیٹھی ہوئی ہو کوئی شرم لحاظ ہے تمہیں ؟"

فاریہ نے ناگواری سے آنکھیں گھمائیں۔

''بھابھی، پلیز اب شروع مت ہو جائیں۔''

''میں شروع ہو رہی ہوں؟ تمہیں اپنی حرکتوں کا احساس بھی ہے؟ کوئی دیکھ لے تو کیا سوچے گا؟''

''تو سوچنے دیں ہر وقت لوگوں کی سوچ کی فکر میں ہی تو زندگی گزرتی ہے آپ لوگوں کی۔''

"شرم نہیں آتی وہ تمہارا ہونے والا بہنوئی ہے بھائی لگتا ہے تمہارا"

عظمیٰ کا ضبط جواب دینے لگا۔

"آپ نے بول دیا نا بھائی بس اتنا ہی بہت ہے"

عظمیٰ کا چہرہ خجالت سے سرخ ہو گیا تھا وہ مزید وہاں نہیں کی تھی اور غصے سے وہاں سے چلی گئی تھی

--

فاریہ اسے جاتا ہوا دیکھ رہی تھی اور وہ جانتی تھی کہ اب مہمانوں کے جانے کے بعد اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا --

"Baba i like her so much"

"مزنہ آنٹی بہت اچھی ہیں۔"

وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے کھلونا گھماتے ہوئے بولا ۔

" yes she is "

URDU NOVELS MAG

زاوش نے مسکرا کر اس کے پھولے پھولے گالوں کو سہلایا ۔ نازیہ کے لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

"آپ کو پتا ہے انہیں فیئری والی سٹوری بھی آتی ہے اور بہت سارے گیمز بھی وہ مجھ سے اتنی ساری باتیں کرتی ہیں، میری باتیں بھی سنتی ہیں۔"

کاظمی صاحب نے ایک نظر زاوش کو دیکھا پھر ریان سے مخاطب ہوئے ۔

"اپنے باپ سے کہو تمہیں بھی ایسی ماما ڈھونڈ کر دے"

زاوش نے گردن اٹھا کر باپ کے خفا خفا سے روپ کو دیکھا اور گہری سانس بھرتا بے بسی سے نازیہ کو دیکھنے لگا نازیہ۔

"کہاں ملیں گی ایسی ماما کیا یہ والی آنٹی میری ماما نہیں بن سکتیں ؟"

زاوِش کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ بکھر گئی۔ اس نے جھک کر ریان کے بکھرے بال سنوارے اور اس کے گال پر ہلکی سی چٹکی بھری۔

’’نہیں، میری جان وہ آپ کی ماما نہیں، آپ کی چاچی ہیں۔‘‘

’’تو چاچی ماما بن جائیں گی نا؟‘‘

ریان نے اگلا سوال داغ دیا۔

زاوِش کے چہرے پر مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی۔ اس نے بچے کی ناک چھوئی۔

آپ کے سوال تو ختم ہی نہیں ہوتے، جناب اچھا، اب بہت باتیں ہو گئیں۔ آپ روم میں جا کر میرا انتظار کریں، میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔‘‘

URDU NOVELS MAG

ریان نے نفی میں سر ہلا دیا۔

’’مجھے ابھی نہیں سونا، بابا‘‘

’’اوکے ‘‘

زاوِش نے ہتھیار ڈالنے کے انداز میں دونوں ہاتھ اٹھائے۔ ’’تو ٹوئنٹی منٹس تک کارٹون دیکھ سکتے ہیں، لیکن جسٹ ٹوئنٹی منٹس۔ اس کے بعد سونا ہے۔ ڈیل؟‘‘

ریان کے چہرے پر خوشی چمک اٹھی۔

’’اوکے، بابا‘‘

اس نے زاوِش کے گلے میں بانہیں ڈال کر اسے بوسہ دیا اور پھر فرمانبردار بچے کی طرح اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

اس کے جاتے ہی نازیہ نے زاوِش کو دیکھا۔ ان کے چہرے پر ممتا کی نرمی تھی۔

'بیٹا'

زاوِش نے ماں کی طرف رخ کیا۔

''جی، ماما؟''

"تم بھی آرام کرو تھک گئے ہو گے"

نازیہ نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گال کو چھوا۔

زاوِش کی آنکھوں میں محبت اتر آئی۔ اس نے ماں کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ان کی ہتھیلی پر بوسہ دیا۔

''میں آپ سب کے پاس ہوں، ماما۔''

وہ ان کی گود میں ہی سر رکھ کر لیٹ گیا ۔

نازیہ نے محبت سے اس کے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔۔۔

"اچھا سنو میرے پاس کچھ لڑکیوں کی تصویریں ہیں۔ آج رات آرام سے دیکھ لینا۔ جسے تمہارا دل قبول کرے، مجھے بتا دینا۔ کسی قسم کی جلدی نہیں ہے، مگر میں چاہتی ہوں کہ تم اپنے لیے ایک اچھا فیصلہ کر لو۔''

زاوِش نے ماں کی گود سے سر اٹھایا اور نازیہ پر ایک نظر ڈالی۔

''آپ نے ان سب کو ریان کے بارے میں بتا دیا ہے؟''

''ہاں، بیٹا۔ ''

نازیہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

''میں نے صاف بتا دیا ہے کہ تمہارا ایک بیٹا ہے اور وہ تمہاری زندگی کا سب سے اہم حصہ ہے۔''

زاوِش کی نگاہیں چند لمحوں کے لیے ماں کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔

''پھر بھی سب مان گئیں؟''

نازیہ کے چہرے پر حیرت ابھری۔

''کیوں نہیں مانتیں؟ میرا بیٹا لاکھوں میں ایک ہے۔ خوب صورت، تعلیم یافتہ، اپنے پیروں پر کھڑا، ماشاءاللہ سے اتنا اچھا کاروبار ہے۔ سب سے بڑھ کر تمہارا کردار اور تمہاری ذمہ داری کا احساس۔ بتاؤ، کیا کمی ہے تم میں؟''

''ماما۔۔۔ مگر میرے ساتھ ایک بچہ بھی تو ہے۔''

''ہاں تو؟ ''

نازیہ نے بے فکری سے جواب دیا۔

''وہ کون سا تمہارا اپنا ہے؟''

الفاظ ان کے لبوں سے نکلتے ہی زاوِش کے چہرے کی مسکراہٹ یکایک بجھ گئی۔

اس کی پلکیں دھیرے سے جھکیں اور اس نے ضبط کے ساتھ آنکھیں بند کر لیں۔ اسکے دل کے سب سے نازک حصے پر انجانے میں ہاتھ رکھ دیا گیا تھا۔

''ماما۔۔۔''

''زیان میرا ہی ہے۔ اس کے بغیر میں جینے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ آپ کو کتنی بار بتاؤں کہ میرے لیے اس رشتے کی اہمیت کیا ہے؟''

نازیہ کے چہرے پر ندامت پھیل گئی۔

"بیٹا میرا وہ مطلب نہیں تھا"

وہ وضاحت دینے کی تیاری میں تھیں کہ کاظمی صاحب نے بیچ میں ہی روک دیا۔

"کیا غلط کہا تم نے؟ آج ماں کے منہ سے نکلی ہے کل کو یہی حقیقت بیوی کے منہ سے بھی سنے گا۔ مگر جتنا مرضی تم اسے سینے سے لگا لو وہ تمہارا خون نہیں ہے اس سچ کو تم دبا نہیں سکتے"

باپ کی اتنی تلخ باتیں اسے ہرٹ کر رہی تھیں۔۔ اور شاید یہی وجہ تھی وہ پاکستان سے دور بھاگ رہا تھا۔۔ وہ اس حقیقت کو سننا چاہتا تھا نہ سمجھنا۔

"کیا ہم کوئی اور بات کر سکتے ہیں؟"

وہ گردن پر ہاتھ پھیرے خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کر رہا تھا مقابل اسکا باپ تھا وہ بحث کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"ہاں کر سکتے ہیں۔۔ آپ سب ارمان کے ولیمے کے لیے مینیو ڈیسائڈ کر لیں ہمارے پاس ٹائم بہت کم ہے"

وہ خود بھی شاید ماحول کو خراب کرنا نہیں چاہتے تھے اسی لئے سب کا ذہن کسی اور طرف منتقل کیا۔

"یہ تو دلہے سے پوچھیں اسے کیا پسند ہے کیوں ارمان ؟"

نازیہ نے چہکتے ہوئے ارمان کی طرف دیکھا ،وہ موبائل میں غرق بہت سنجیدہ سا بیٹھا تھا۔ جواب نہ ملنے پر تینوں نے اسے نظر اٹھا کر دیکھا مگر وہ لاپرواہ سا بنا ان سب کو نظر انداز کر رہا تھا۔

"ارمان کیا تم نے سنا نہیں؟ ماما نے تم سے کچھ کہا ہے۔"

زاوش کے پکارنے پر ارمان کی انگلیاں موبائل اسکرین پر تھم گئیں۔ اس نے اپنی خمار آلود اور سرد نگاہیں آہستہ سے اٹھائیں، پھر بے زاری سے ایک لمبی اور گہری سانس خارج کرتے ہوئے موبائل کو شیشے کے میز پر سرکا دیا۔ اس کے چہرے پر زہر خند مسکراہٹ ابھری۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ لوگ؟ "

اس کی آواز میں بیزاری اور کاٹ تھی۔

کاظمی صاحب نے اپنے دونوں ہاتھ چائے کے کپ کے گرد لپیٹتے ہوئے متانت سے اسے دیکھا۔

"ہم تم سے تمہارے ولیمے کا مینیو پوچھ رہے ہیں ارمان، کہ کھانے میں کیا رکھوائیں؟ تمہاری پسند کا ہی کچھ طے کر لیتے ہیں۔"

ارمان نے اپنے شانے ڈھیلے چھوڑے اور پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"آپ لوگوں کو نہیں لگتا کہ آپ لوگ میرے ساتھ بہت بڑی زیادتی کر رہے ہیں؟"

URDU NOVELS MAG

نازیہ کا دل دھک سے رہ گیا اور چہرے کا رنگ پیلا پڑ گیا۔ وہ ارمان کے اس تیور کو اچھی طرح پہچانتی تھیں اور سمجھ گئیں کہ اب وہ کیا زہر اگلنے والا ہے۔

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟ وضاحت کرو"

کاظمی صاحب نے ہاتھوں میں تھاما کپ

پورے طیش سے میز پر پٹخ دیا۔ زوردار آواز پورے کمرے میں گونج گئی۔ ان کی کنپٹیوں کی رگیں تن گئی تھیں۔

ارمان نے باقاعدہ اپنی آنکھیں گھمائیں اور کسی بھی خوف کے بغیر کاظمی صاحب کی غضب ناک آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"کیا وضاحت کروں بابا؟ وہ لڑکی کہیں سے بھی آپ کو میرے قابل لگی ہے؟"

"اس کے آگے ایک لفظ بھی بولا نہ تم نے، تو گولی مار دوں گا میں تمہیں"

کاظمی صاحب اپنی جگہ سے اٹھے، اور انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولے ان کا پورا وجود غصے سے کانپ رہا تھا۔

ارمان نے سینے پر ہاتھ باندھے اور طنزاً مسکرایا۔

"مار دیجیے گولی زندگی تو ویسے بھی آپ لوگوں نے میری خراب کر دی ہے۔ اس لڑکی سے شادی کر کے تو میں ویسے بھی روز مروں گا، اس سے بہتر ہے ایک ہی بار قصہ تمام کر دیں۔"

"ارمان کیا اول فول بول رہے ہو بیٹا؟"

نازیہ نے تڑپ کر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا، ان کی آواز میں التجا اور گھبراہٹ گھل گئی تھی۔ "اتنی پیاری، سلیقہ مند بچی ہے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ آج کے دور میں ایسی معصوم اور سیدھی لڑکیاں تو ہوتی ہی نہیں ہیں۔"

"معصوم؟"

ارمان نے زور دار قہقہہ لگایا جو تلخی سے بھرا ہوا تھا۔ اس نے جھٹکے سے نازیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے ہٹایا۔

"معصوم نہیں، حلیہ دیکھا ہے آپ نے اس کا؟ وہ کس قدر بھاری ہو گئی ہے، آپ لوگوں کو نظر نہیں آتا؟ آپ لوگوں کو زرا بھی محسوس نہیں ہوا؟ دو سال پہلے جب میری اس سے ملاقات ہوئی تھی، تب وہ ایسی بالکل نہیں تھی۔ مگر ان دو سالوں میں اس نے اپنا کیا حلیہ بگاڑ لیا ہے میں ایک ایسی لڑکی کے ساتھ پوری زندگی کیسے سروائیو کر سکتا ہوں؟ ٹھیک ہے، شکل و صورت کی وہ اچھی ہے، رنگت بھی صاف ہے، لیکن---"

"تمہیں ذرا شرم نہیں آتی؟ "

زاوش کی پاٹ دار آواز نے ارمان کے جملے کو درمیان میں ہی کاٹ دیا۔ زاوش کی آنکھوں میں شدید ناگواری اور حقارت ابھر آئی تھی۔

"بھائی آپ کو نہیں معلوم وہ لڑکی بہت تیز ہے ---"

وہ کچھ اور بھی بولنا چاہتا تھا مگر زاوش نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکا ۔

"تم ایک عورت کی جسمانی بناوٹ کا اس طرح مذاق اڑا رہے ہو؟ کھلم کھلا اس کی تذلیل کر رہے ہو؟---کیا انگریزوں میں رہ کر جانور بن گئے ہو ؟"

"میں کسی عورت کی تذلیل نہیں کر رہا بھائی"

ارمان نے اپنے دونوں ہاتھ ہوا میں اٹھائے اور پھر میز پر ٹکائے۔ اس کی آنکھوں میں ضد تھی ---سرکشی تھی بغاوت تھی ---

"یہ حق مجھے میرے اللہ نے دیا ہے کہ میں اپنے لیے پارٹنر کا انتخاب کر سکوں۔ میرے دل کو نہیں لگی وہ لڑکی میں نہیں سمجھتا کہ وہ میرے ساتھ، میری سوسائٹی میں قدم سے قدم ملا کر چل سکے گی۔"

زاوش نے اپنی پیشانی کو مسلا، وہ ارمان کی سطحی سوچ پر ماتم کر رہا تھا ۔

"کیا تم صرف اس کے ایک وزن کی وجہ سے یہ سب ہنگامہ کر رہے ہو؟ تمہیں صرف اس کا ظاہری رنگ روپ، اس کی جسامت نظر آ رہی ہے؟ کیا تمہیں اس کے دل، اس کے اخلاق سے ذرا بھی انسیت محسوس نہیں ہوئی؟ دو سال سے تم اس کے ساتھ منگنی کے پیریڈ میں رہے ہو، کیا اتنے عرصے میں تمہیں اس سے ذرا سی بھی اٹیچمنٹ نہیں ہوئی؟"

"نہیں --- میرا دل کبھی اس کی طرف نہیں جھکا ۔ہم دو الگ الگ مزاج کے لوگ ہیں ---ہمارا ملاپ نا ممکن ہے"

اس کی آواز مدہم ہوئی وہ شرمندہ بھی تھا اور بے بس بھی ۔

"ارمان شادی ہو جائے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا وہ تمہاری پسند میں رنگ جائے گی ایک موقع تو دو اسے یار"

"بھائی کہنا بہت آسان ہے... دور کھڑے ہو کر اخلاقیات کے بھاشن دینا اور اصول سکھانا بہت آسان لگتا ہے لیکن عملی زندگی مختلف ہوتی ہے۔ میں اسے اپنے ساتھ لے کر نہیں پھر سکتا اپنی ہائی سوسائٹی

اور اپنے دوستوں کے سرکل میں اسے اپنے ساتھ کھڑا کرنے کا تصور ہی میرے لیے عذاب ہے۔ میں کسی ایسی لڑکی کو اپنے ساتھ نہیں گھسیٹ سکتا جو میری پرسنالٹی اور میرے لائف اسٹائل سے ذرا بھی میچ نہ کرتی ہو۔"

"تو پھر تم میرے گھر سے دفع ہو جاؤ"

کاظمی صاحب کی چیرتی ہوئی دھاڑ گونجی۔

"ڈیڈ یہ زیادتی ہے کیا میری خوشی کی کوئی ویلیو نہیں ہے ؟

ارمان ان کے قریب آ کر بولا ۔

"دور رہو مجھ سے تم جیسی نا فرمابردار اولاد ہو تو کسی دشمن کی کیا ضرورت ۔۔۔ میرا مان توڑ دیا تم نے ارمان ۔۔۔ نہیں پسند تھی تو پہلے بکواس کرنی تھی شادی کی تاریخ رکھنے کے بعد تمہیں یاد آرہا ہے سب ؟"

کاظمی صاحب بہت دلبرداشتہ ہوئے تھے ۔

"آپ لوگ پلیز سمجھنے کی کوشش کریں میں اسے خوش نہیں رکھ سکوں گا ابھی کونسی شادی ہوئی ہے لوگ کچھ دن باتیں بنائیں گے پھر سب ٹھیک ہو جائے گا"

اس کے پاس ہر حل موجود تھا ۔

نازیہ بیگم کا ضبط جواب دے گیا۔ انہوں نے تڑپ کر زاوش کا بازو تھاما، ان کی آنکھوں سے لڑیوں کی صورت میں آنسو بہہ رہے تھے اور ہاتھ شدتِ غم سے کانپ رہے تھے۔

"ارمان تمہارے لئے یہ اتنی سی بات ہے اس لڑکی کی دنیا اجڑ جائے گی ۔۔یہ آسان نہیں ہے دو خاندان ٹوٹ جائیں گے ۔ عورت ذات ہے یار... اتنے مطلبی اور سنگدل مت بنو ارمان"

"تو پھر آپ کیوں نہیں کر لیتے اس سے شادی؟"

ارمان کی بات پر ڈرائنگ روم میں سناٹا چھا گیا۔ زاوش کے قدم جوں کے توں ساکت ہو گئے۔۔

"اگر آپ لوگوں کو اس کی اتنی ہی فکر ہے، اتنی ہی ہمدردی امڈ رہی ہے اس بے تو بڑے بیٹے کی بہو بنا لیں اسے ریان کو تو ویسے ہی وہ بہت اچھی لگی تھی، اور بھائی آپ کو بھی تو کچھ دیر پہلے وہ بہت سمجھدار، سلیقہ مند اور بااخلاق لگ رہی تھی نا؟ تو کیجیے نا آپ اس سے شادی۔۔میری جگہ یہ قربانی آپ دے دیں ۔۔ اپنے ان ہی بلند اخلاق اور اصولوں کا ثبوت دیجئے آخر میرے ہی سر پر اس قربانی کا بوجھ کیوں ڈال رہے ہیں؟"

"ارمان ---"

زاوش کا چہرہ شدید ضبط سے سرخ ہو چکا تھا، اس کے جبڑے سختی سے بھینچ گئے اور ماتھے پر ابھری رگیں اس کے طوفانی غصے کی گواہی دے رہی تھیں۔ اس کی مٹھیاں اتنی شدت سے بھینچی ہوئی تھیں کہ ناخن ہتھیلیوں میں پیوست ہو رہے تھے۔ اس نے قدم بڑھا کر ارمان کے سامنے کھڑے ہو کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے اس سے پہلے کہ میں تمہارے ساتھ کچھ کر بیٹھوں"

زاوش کے حلق سے نکلنے والی غراہٹ پر ارمان خاموش رہا۔وہ دھپ دھپ قدم اٹھاتا ہوا لاؤنج سے باہر نکل گیا۔ دروازہ اتنی زور سے بند ہوا کہ اس کی گونج دیر تک پورے گھر میں سنائی دیتی رہی، اور پیچھے وہ ایک ایسا طوفان چھوڑ گیا جس کی تباہ کاریوں کی لپیٹ میں ان سب کی عزت اور رشتے آچکے تھے

تو وہ آئینے کے سامنے کھڑی اپنی چوڑیوں کو اتارنے میں مصروف تھی۔ ارمان کے ساتھ ہونے والی مختصر سی گفتگو اب بھی اس کے ذہن میں تازہ تھی۔ اس کے لبوں پر زہریلی مسکراہٹ تھی جس میں خوشی سے زیادہ اپنی چال کے کامیاب ہونے کا اطمینان نمایاں تھا۔ وہ جانتی تھی کہ اس نے جی چال چلی ہے اس کے نتائج خطرناک بھی ہو سکتے ہیں مگر اسے یہ کھیل کھیلنا تھا---

"تم مجھ سے کچھ بھی بہتر ڈیزرو نہیں کرتی مزنہ ---ارمان جیسا لڑکا صرف میرا شوہر ہونا چاہیے ---ارمان صرف مجھ جیسی لڑکی کو ڈیزرو کرتا ہے --"

وہ اپنے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے مکاری سے ہنس رہی تھی ۔ فاریہ کو یقین تھا کہ ارمان کی توجہ حاصل کرنے کا پہلا مرحلہ وہ طے کر چکی تھی۔

اچانک زور سے کمرے کا دروازہ کھلا اور فوزیہ اندر داخل ہوئیں ۔

URDU NOVELS MAG

ان کے چہرے کے سخت اور پرجلال تاثرات ظاہر کر رہے تھے کہ فاریہ کی خیر نہیں ہے ۔

فاریہ اس اچانک آمد پر ایک پل کے لیے گھبرا گئی، اس کے ہاتھ میں موجود برش نیچے گرا مگر اس نے لمحے بھر میں خود کو سنبھال لیا ۔

"کیا ہوا آپ اس وقت یہاں ؟"

"تم لان میں کیا کر رہی تھیں ارمان کے ساتھ؟"

فوزیہ کا لہجہ اب پھٹ پڑنے کے قریب تھا۔

فاریہ نے ایک سرد سانس بھری اور بے باک لہجے میں بولی--

"بھڑکا دیا آپ کی پیاری بہو نے آپ کو میرے خلاف ؟"

"اپنی بکواس بند کرو جو پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو"

فاریہ نے ماں کا چہرہ دیکھا جو برداشت اور ضبط کی انتہا کی وجہ سے سرخ ہو رہا تھا۔

"آپ نے کہا تھا مہمانوں کے سامنے مت آنا مگر آپ کے خصوصی مہمان وہ ارمان صاحب خود میرے پیچھے لان میں آئے تھے میرا کیا قصور ہے اس میں ؟"

فوزیہ کا ہاتھ غصے سے ہوا میں بلند ہوا اور ایک کرارا تھپڑ فاریہ کے گال پر پوری قوت سے برسا۔

"شرم نہیں آتی منہ پھاڑ کر اسے ارمان کہتے ہوئے، وہ تمہارا بھائی لگتا ہے، تمہارا ہونے والا بہنوئی ہے"

فاریہ نے اپنا سرخ ہوتا ہوا گال مسلا اور آنکھیں نکال کر بے باکی سے بول اٹھی۔

"نہیں کہوں گی بھائی، کیوں کہوں؟ میری مرضی، ہرگز نہیں کہوں گی بھائی"

تم کس قدر گھٹیا، اور بے شرم ہو، کیا کرنے کی کوشش کر رہی ہو تم؟ آخر چاہتی کیا ہو ؟کیا ارادہ ہے تمہارا؟ فوزیہ کا غصہ آسمان کو چھونے لگا تھا اور ان کا پورا وجود غصے سے کانپ رہا تھا۔

فاریہ نے زہر میں بجھے لہجے میں جواب دیا۔

"میں کچھ بھی کرنا نہیں چاہتی، آپ لوگ ہیں نا سب کچھ کرنے کے لیے، آخر میں نے کیا ہی کیا ہے جو رات کے اس پہر آپ سب میرے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئی ہیں؟"

فوزیہ کا ضبط بالکل جواب دے گیا، برداشت کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا اور انہوں نے بے تحاشا تھپڑوں کی بارش کر دی، فاریہ کے چہرے اور شانوں پر وار اتنے شدید تھے کہ وہ خود کو بچانے کے لیے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئی۔

اسی ہنگامے اور چیخ و پکار کی آواز پر مزنہ گھبراہٹ کے عالم میں دوڑتی ہوئی کمرے کے اندر داخل ہو گئی۔ اس نے فاریہ کو ماں کے غضب سے بچانے کے لیے آگے بڑھ کر ماں کا بازو پکڑ لیا۔

امی یہ کیا ہو رہا ہے، آپ کیوں مار رہی ہیں اسے، کیا کیا ہے فاریہ نے؟

تم ایک سیکنڈ کے لیے پیچھے ہٹو، تمہیں بالکل نہیں معلوم کہ اس کے اس فاسد دماغ میں کیا غلاظت پک رہی ہے فوزیہ نے ہانپتے ہوئے غصے سے کہا۔

"آخر ہو کیا رہا ہے اس گھر میں، کیوں مار رہی ہیں آپ اسے، کوئی تو بتائے مجھے مزنہ کی آنکھوں میں بے یقینی اور آنسو تیرنے لگے۔"

تم اس معاملے سے بالکل دور رہو، فوزیہ نے سختی سے حکم دیا۔

فاریہ اس موقع کو اپنے حق میں استعمال کرنے سے کیسے چوکتی ۔

کیوں دور رہے یہ، اسے بالکل معلوم ہونا چاہیے کہ اس کا منگیتر مجھ پر ڈورے ڈال رہا ہے، یہ جان لے کہ اس کے ہونے والے شوہر کی نظریں کہاں اور کس پر ہیں

مزنہ کے پیروں تلے زمین نکل گئی، وہ سن ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"کیا مطلب؟ "

اس کی آواز حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔

"مزنہ، اس کی ایک بکواس پر بھی دھیان مت دو، یہ لڑکی پاگل ہو گئی ہے، اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے"

فوزیہ نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا۔

فاریہ نے تلخ انداز میں ہنسی ۔

"میں پاگل نہیں ہوئی، آپ کا منگیتر پاگل ہو گیا ہے میری خوبصورتی پر وہ دیوانہ وار مجھے پورے گھر میں ڈھونڈتا پھر رہا تھا، مجھے نظر نہ آنے پر وہ بے چین ہو گیا تھا، سب نے مجھے منع کیا تھا کہ مہمانوں کے سامنے مت آنا، مگر وہ خود مجھے تلاش کرتا ہوا لان میں آ گیا، ہماری پیاری بھابھی جان نے ہمیں دیکھ لیا اور امی کے کان بھر دیے، اور آج یہ سزا مجھے مل رہی ہے، اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

مزنہ خاموشی سے دیوار کا سہارا لے کر پتھر بنی کھڑی رہ گئی، اس کا دل کسی گہرے اندیشے سے ڈوبنے لگا، جبکہ فاریہ کے چہرے پر اپنی اس شیطانی چال کے کامیاب ہونے کا غرور اور تسکین صاف دکھائی دے رہی تھی---اس کا تیر بلکل سہی نشانے پر لگا تھا--- وہ جانتی تھی مزنہ خود اسے ارمان کی جھولی میں ڈال دے گی --بس اب تھوڑا سا دماغ ارمان پر چلانا تھا ---- صرف تھوڑا سا ----

کانپتے ہوئے ہاتھوں سے دیوار کا سہارا لیے ہوئے، مزنہ نے اپنے حواس مجتمع کرنے کی کوشش کی اور لرزتی ہوئی گھٹی آواز میں فاریہ سے سوال کیا۔

"فاریہ... یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ ہوش میں تو ہو؟ یہ سب کب سے اور کب سے چل رہا ہے؟"

اس کے لہجے میں غصے سے زیادہ حیرت، بے یقینی اور ایک سلگتی ہوئی تکلیف صاف جھلک رہی تھی۔

"یہی سچ ہے مزنہ میں تمہیں بتا کر تکلیف نہیں دینا چاہتی تھی مگر ---یہ سچ ہے ارمان کو افسوس ہے اس نے اظہار کیا ہے کہ وہ تم سے نہیں مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے ---"

وہ بڑی مکاری سے ایک اور جھوٹ گھڑ گئی ---

"اور---ت --- تم ؟ کیا تم بھی یہی چاہتی ہو ؟"

مزنہ کو اپنی آواز کسی پاتال سے آتی ہوئی محسوس ہوئی ۔

"مزنہ میں صرف تمہاری خوشی چاہتی ہوں"

وہ اس کے قریب آتی اس کا ہاتھ تھام گئی مگر فوزیہ نے اسے جھٹکے سے پیچھے کیا اور پے در پے دو تھپڑ اور اس کے منہ پڑ جڑ دیئے ۔

"شرم نہیں آتی اپنی بہن کے سامنے کیسی بے شرمی سے بکواس کر رہی ہے"

"امی بکواس نہیں کر رہی جو حقیقت ہے بتا دی --میں وہی کرتی ہوں جو آپ کہتی ہیں پھر بھی مار رہی ہیں ۔ میں نے اسے نہیں کہا مجھے پسند کرے ---میرا کیا قصور ہے ---بتاؤ مزنہ تمہیں لگتا ہے میں تمہارا گھر خراب کروں گی ؟؟

وہ مزنہ کو دونوں شانوں سے پکڑتی جھنجھوڑ رہی تھی ---

مزنہ کا دل ارمان کی طرف سے مکمل طور پر ڈوب چکا تھا، اور اب اس گھر میں جو زہر کا پودا لگایا تھا وہ درخت بن چکا تھا، اس کا اگلا شکار خود ارمان بننے والا تھا کیونکہ فاریہ کی اگلی بساط اب اسی کے خلاف سجنے والی تھی۔

رات خاصی گہری ہو چکی تھی، مگر یمنہ کے گھر میں کسی کو سکون میسر نہ تھا۔

صفیہ رات گئے گھر لوٹی تھی۔ عمیر کی رہائی کے لیے اس نے نہ جانے کتنے دروازے کھٹکھٹائے، کتنی منتیں کیں، کتنے لوگوں کے آگے ہاتھ جوڑے، مگر ہر کوشش بے سود رہی۔ تھانے میں اس کی ساری سفارشیں اور التجائیں ایک ہی شخص کے سامنے آ کر بے معنی ہو گئی تھیں۔ فرزام سکندر

جب تک وہ قانونی کارروائی کے مطابق رہائی کی اجازت نہ دیتا، عمیر کو گھر لانا ممکن نہ تھا۔

اور صفیہ کے لیے اس سے بڑا عذاب کیا ہوتا کہ اس کا لاڈلا بیٹا تھانے میں بند تھا، جبکہ اس کی وجہ، اس کے نزدیک، اس کے گھر میں موجود تھی۔

دروازہ کھلتے ہی اس کی غصے سے بھری ہوئی نگاہیں یمنہ پر جا ٹھہریں، جو ایک طرف خاموش بیٹھی کتابیں سمیٹ رہی تھی۔

URDU NOVELS MAG

’’نکل میرے گھر سے باہر۔۔۔میرے بچے کو جیل بھیج کر تو یہاں بیٹھی ہے ۔۔۔تو بھی نکل تیری کوئی جگہ نہیں اس گھر میں"

صفیہ کی آواز پر یمنہ نے چونک کر سر اٹھایا۔

’’اماں ۔۔۔ہاتھ چھوڑ میرا ۔۔۔خبردار کو مجھے ہاتھ لگایا ورنہ تیری بھی رپورٹ کروا دوں گی تھانے میں"

یمنہ نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے بولا ۔

اس کی بات مکمل ہوتے ہی صفیہ کا ہاتھ اٹھا اور ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر پڑا۔

یمنہ کا سر جھٹکے سے ایک طرف کو گھوما۔ اس کے ہاتھ سے کتابیں چھوٹ کر فرش پر بکھر گئیں۔

”کمینی زہریلی آستین کی سانپ نکلی تو“

صفیہ اس پر برس پڑی۔

”میرے ہی گھر میں رہ کر میرے بچے کی جڑیں کاٹتی رہی اور مجھے خبر تک نہ ہونے دی؟ ارے، میں نے تجھے پناہ دی، تیرے باپ کو برداشت کیا، تجھے اپنے بچوں کے ساتھ رکھا اور تو نے میرے ہی بیٹے کے خلاف گواہی دے دی؟--اور اب مجھے دھمکی دے رہی ہے مجھ پرچہ کٹوائے گی ؟"

وہ اپنے آپے سے باہر ہو چکی تھی --

”اماں، میں نے کوئی جھوٹی گواہی نہیں دی اور یہ مکان میرے باپ کا ہے تجھے ہم نے پناہ دی تھی ----تو آئی تھی شادی کر کے ادھر---"

یمنہ نے آنکھوں میں اچانک اتر آنے والی نمی کے باوجود اس نے صفائی دینے کی کوشش کی۔

”میں نے صرف وہ بتایا جو عمیر میرے ساتھ کرتا ہے۔“

”کس کی شہہ پر اچھل رہی ہے تو اس پولیس والے کی؟"

صفیہ نے اس کے بال مٹھی میں جکڑ لیے۔

”میرے بچے کو بدنام کرے گی؟"

"میرے بال چھوڑ اماں ورنہ میں شور مچا دوں گی سارے محلے کو بتا دوں گی عمیر کی سچائی"

یمنہ نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی، مگر صفیہ کا غصہ جیسے تمام حدیں پار کر چکا تھا۔ اس نے یمنہ کو جھٹکے سے پیچھے دھکیلا۔ لڑکھڑاتی ہوئی یمنہ دیوار سے جا ٹکرائی۔ اس کا سر پوری شدت سے دیوار پر لگا تو اگلے ہی لمحے اس کی پیشانی سے خون بہہ نکلا۔

سرخ خون کی لکیر اس کی بھنویں کے کنارے سے پھسلتی ہوئی رخسار پر آ گئی۔

''آہ''

یمنہ نے لڑکھڑاتے قدموں سے دیوار کا سہارا لیا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔

''باجی"

سارا باہر سے بھاگتی ہوئی اندر آئی تھی محلے کی کسی آنٹی نے اسے بتایا کہ تمہارے گھر میں لڑائی ہو رہی ہے ۔

اس نے یمنہ کو اپنی باہوں میں تھاما، پھر اس کی پیشانی سے بہتے خون کو دیکھ کر اس کا چہرہ فق پڑ گیا

''باجی، آپ کو بہت چوٹ لگی ہے"

اس نے دوپٹے کا پلو یمنہ کی پیشانی پر رکھا۔

''اماں آپ کو ذرا بھی رحم نہیں آیا؟ دیکھیں تو سہی، کتنا خون نکل رہا ہے''

''تو ہٹ سامنے سے ''

صفیہ نے اسے بازو سے پکڑ کر پیچھے کرنا چاہا۔

''ان کا کیا قصور ہے؟"

"اسی نے میرے بچے کو تھانے پہنچایا ہے۔ اگر یہ منہ بند رکھتی تو آج میرا عمیر گھر میں ہوتا۔"

"اماں تو نے اگر عمیر بھائی کی تربیت اچھی کی ہوتی تو وہ جیل نہ جاتا باجی کا قصور نہیں تیرا قصور ہے اور اب خبردار جو باجی کو ہاتھ لگایا۔۔۔اپنے بیٹے کا تماشہ خود بنا رہی ہے تو۔۔۔سب باہر مجمع لگا کر ہمارے گھر کی باتیں سن رہی ہیں"

سارا کے منہ سے نکلنے والے الفاظ نے صفیہ کے غصے کو اور بھڑکا دیا۔

"بے حیا تو بھی اسی کے نقشِ قدم پر چل پڑی؟"

"اماں آرام سے سمجھا رہی ہوں دور ہٹ مجھے مجبور مت کر کہ میں مدد کے لئے چلاؤں"

سارا نے آخری دھمکی دی تھی جو کام آ گئی تھی۔۔۔وہ یمنہ کے پیروں کی طرف تھوکتی ہوئی وہاں سے چلی گئی تھی۔۔

سارا نے یمنہ کو سنبھال کر چارپائی پر بٹھایا اور اس کی پیشانی پر رومال کس کر باندھنے لگی۔ یمنہ کی آنکھوں سے خاموش آنسو بہہ کر رخسار پر جمے خون کو دھونے لگے تھے۔

سارا نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا، گھر بالکل خالی لگ رہا تھا۔ اس نے یمنہ کے کانپتے ہاتھوں کو تھاما اور فکر مندی سے پوچھا۔

"باجی... ابا کہاں ہیں؟"

یمنہ نے درد سے بند ہوتی آنکھوں کو مشکل سے کھولا اور مدہم آواز میں بولی۔

"ابا... ابا کو رات سے بہت تیز بخار تھا۔ برابر والے چچا آئے تھے، وہ ابا کو اپنی گاڑی میں ڈال کر ڈاکٹر کے پاس لے گئے ہیں"

"کیا بہت درد ہو رہا ہے باجی ؟"

سارا نے نرمی سے یمنہ کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔

یمنہ نے تکلیف سے آنکھیں بند کر لیں اور درد میں ڈوبی ہوئی آواز میں بولی۔

''اس جسمانی درد کے آگے تو وہ درد کچھ بھی نہیں جو یہ دونوں ماں بیٹا میری روح پر لگا رہے ہیں...''۔

سارا کا کلیجہ منہ کو آگیا۔ اس نے بے بسی سے اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کی۔

''باجی میں کتنی بے بس ہوں میں چاہ کر بھی تیرے لیے کچھ نہیں کر سکتی... کاش میرے پاس کوئی ایسا راستہ ہوتا کہ میں تجھے ان ظالموں کی نظروں سے کہیں دور چھپا دیتی۔''

سارا کے ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور اس نے آگے بڑھ کر یمنہ کو اپنے حصار میں لے لیا۔ دونوں بہنیں دیر تک ایک دوسرے کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر روتی رہیں۔ وہ دونوں اچھی طرح جانتی تھیں کہ یہ طوفان یہیں تھمنے والا نہیں ہے۔ نہ صفیہ آرام سے بیٹھے گی اور نہ ہی عمیر اس بات کو اتنی آسانی سے بھولے گا۔ آنے والا وقت یمنہ کے لیے انتہائی کٹھن خوفناک اور بہت سنگین تھا۔

کھانے کی میز پر ابھی کوئی بھی موجود نہیں تھا سوائے بی جان کے۔ حیدر نے خالی کرسیوں پر ایک نگاہ دوڑائی پھر اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔

''بی جان کیا میں جلدی آ گیا ہوں؟ سب کہاں ہیں؟ کھانا نہیں کھانا کسی نے؟''

بی جان نے تسبیح کے دانوں پر انگلیاں چلاتے ہوئے ناگواری سے اسے دیکھا۔

''ارے، اس گھر میں اب سب اپنی مرضی کے مالک ہیں تمہارے ابا تو سروش کے ساتھ نہ جانے کون سے راز و نیاز کر رہے ہیں۔ مجھے بھی کمرے سے نکال دیا کہ مردوں کی کاروباری باتیں ہیں تم یہاں سے جاؤ۔''

"کونسی باتیں ؟"

حیدر کے کان کھڑے ہو چکے تھے ۔بی جان نے اس کی دکھتی رگ پر پیر جو رکھا تھا ۔

"وہی کاروبار والی ۔۔سروش کے نام تمہارے ابا سارا کاروبار کرنا چاہتے ہیں ۔۔ویسے میں نے تو کہا تھا انصاف سے چلیں ۔۔ حیدر کو بھی بٹھا لیں تو بولے وہ چھوٹا ہے ۔۔۔ میں سوچ سمجھ کر کر رہا ہوں سب"

''ابا نے واقعی ایسا کہا ہے کہ سارا کاروبار بھائی جان کے نام کر دیں گے ؟ ''

اس کی آواز میں بے یقینی سے زیادہ غصہ تھا۔

"تمہارے ابا کے آگے میری سنتا ہی کون ہے''

بی جان نے تسبیح کا ایک دانہ کھینچتے ہوئے منہ بنایا۔ ''مگر مجھے تو یہ سروش کچھ زیادہ ہی سر پر سوار ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ اب تمہارے ابا کے فیصلوں پر بھی اس کی مرضی چلے گی۔''

حیدر کے جبڑے بھنچ گئے۔

"اپنے کانوں سے سنا ہے میں نے''

بی جان نے اس کے غصے کو ہوا دی۔

URDU NOVELS MAG

"کہہ رہے تھے کہ سروش سمجھ دار ہے، کاروبار سنبھال سکتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ دو ہی تو بیٹے ہیں شہروز خان کے اور اتنا فرق ؟؟"

وہ عورت اس کے جذبات سے کھیل رہی تھی ۔

حیدر نے ایک گہرا سانس لیا اور کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر رہ گیا۔ اس کے ذہن میں یکایک کئی خدشات نے سر اٹھایا تھا۔

"میرا نام مت لینا حیدر میں نے تمہیں کچھ بتایا ورنہ تمہیں تو معلوم ہے تمہارے باپ کا مزاج ---تم دونوں میری اولاد ہو اور تمہارے ساتھ زیادتی پر میرا دل اداس ہو گیا ہے --- بھلا یہ کیا بات ہوئی ---"

حیدر بلکل چپ سادھے بیٹھا تھا --- اور اس کی یہ گہری خاموشی گھر میں جو طوفان برپا کرنے والی تھی اسے سوچ کر ہی بی جان کے کلیجے میں ٹھنڈ پڑ رہی تھی ---

کھانے کی میز پر شہروز خان کا پورا خاندان موجود تھا۔ شہروز خان اور بی جان کے ساتھ حیدر، سروش اور ان کی بیگمات نورین اور زارا بھی ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھی تھیں، جبکہ حشام، ازلان، نرمین، آہانہ اور ارشام کی موجودگی نے ماحول کو خاصا پُررونق بنا رکھا تھا۔

حیدر حسبِ معمول خاموشی سے کھانا کھانے میں مصروف تھا، جبکہ سروش نے سالن کا نوالہ لیتے ہی بے اختیار داد دی۔

"واہ بھئی واہ کیا ذائقہ ہے۔ یہ کھانا کس نے بنایا ہے؟"

آہانہ نے کھلکھلا کر جواب دیا۔

"تایا ابو میں نے بنایا ہے۔"

سروش نے خوش دلی سے مسکرا کر جیب سے پانچ ہزار کا نوٹ نکالا اور آہانہ کی طرف بڑھا دیا۔

"یہ لو میری طرف سے انعام۔ اللہ تمہارے نصیب اچھے کرے۔"

آہانہ نے مسکراتے ہوئے نوٹ تھام لیا۔

زرمین نے مصنوعی خفگی سے منہ بنایا۔

"یہ تو ناانصافی ہے تایا ابو روٹیاں تو میں نے بنائی تھیں، مجھے انعام کیوں نہیں ملا؟"

حشام نے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "اتنی عجیب و غریب شکلوں کی روٹیاں بنانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ ایک موٹی، ایک پتلی اور ایک ایسی جیسے پاکستان کا نقشہ کل کو پرائے گھر جائے گی تو ہمارا کتنا نام روشن کرو گی ؟ اس پر انعام تو نہیں چماٹ ضرور بنتا ہے"

ازلان کی ہنسی چھوٹ گئی۔وہ اپنی ہنسی چھپانے کے لئے پانی کا گلاس ہونٹوں سے لگا گیا ۔ زرمین نے تپ کر جواب دیا۔

"ہاں بہت نام روشن کروں گی، اور میں کہیں نہیں جا رہی، یہاں گھر داماد آئے گا سب سن لیں کان کھول کر"

حشام کچھ اور کہتا کہ ارشام نے مداخلت کی۔

"حشام بس کرو یار، کیوں تنگ کر رہے ہو اسے؟"

ارشام کب سے حیدر کے موڈ کو جانچ رہا تھا جو خطرناک حد تک خاموشی لگے ۔

حیدر نے ایک سخت نگاہ اپنے بھائی اور پھر آہانہ کے ہاتھ میں پکڑے نوٹ پر ڈالی۔ اس کے ذہن میں بی جان کے زہریلے الفاظ گونج رہے تھے، اور اسی تلخی کے ساتھ اس کی سپاٹ آواز نے ڈائننگ ٹیبل پر پھیلی رونق کا گلا گھونٹ دیا۔

"آہانہ پیسے واپس کرو اپنے تایا ابو کو۔"

سب کے چہروں سے مسکراہٹ غائب ہو گئی۔

آہانہ نے الجھن بھری نگاہوں سے پوچھا۔

"جی بابا؟"

"میں نے کہا، پیسے واپس کرو۔ میری بیٹی کو کسی کی خیرات کی ضرورت نہیں ہے۔"

سروش نے شرمندہ ہو کر چمچ رکھ دیا۔

"حیدر یہ کیسا رویہ ہے؟ میں نے خوشی سے انعام دیا ہے۔۔میری محبت کو تم خیرات بول رہے ہو"

شہروز خان کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔

"حیدر تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے؟ بڑے بھائی سے بات کرنے کی تمیز نہیں؟"

"کیوں ابا؟ "

حیدر ڈائننگ ٹیبل سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں برسوں کا جمع شدہ زہر تھا۔

"کیا میری بیٹی یتیم ہے؟ کیا اس کا باپ زندہ نہیں؟ "مجھے صاف نظر آ رہا ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔

URDU NOVELS MAG

"تم بات کو کہاں سے کہاں لے جا رہے ہو حیدر اگر کوئی کاروباری مسئلہ ہے تم کھانے کے بعد بیٹھ کر سلجھا لیں گے اس طرح بڑے بھائی سے بدتمیزی میں برداشت نہیں کروں گا ---معافی مانگو سروش سے ابھی"

"معافی ؟؟کس بات کی ؟؟ اور کیا سلجھا لیں گے آپ بیٹھ کر آپ تو مجھے بٹھانا گوارہ ہی نہیں کرتے بند کمروں میں سارے فیصلے آپ دونوں نے ہی کرنے ہیں میں تو الو کا پٹھا ہوں ---"

"تمہیں ہوا کیا ہے حیدر کیوں بات کو بڑھا رہے ہو ؟"

سروش کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا ہو کیا رہا ہے۔

"مجھے کچھ نہیں ہوا آپ کو کچھ ہوگیا ہے بھائی جان"

"ابو کیا ہو گیا ہے آپ کو آپ کا بی پی ہائی ہو جائے گا آپ بیٹھ جائیں پلیز"

آہانہ نے روتے ہوئے حیدر کا ہاتھ تھام لیا --

"ہونے دو بی پی شوٹ تمہارے تایا کو سکون مل جائے گا پھر انہیں کوئی مکر و فریب نہیں کرنا پڑے گا"

"چاچو آپ ابو سے اس طرح بات نہیں کر سکتے۔ وہ آپ کے بڑے بھائی ہیں--یہ بدتمیزی ہے"

ارشام نے آگے بڑھ کر اپنے باپ کا دفاع کیا

اپنے حصے کا حق مانگنا بدتمیزی ہے تو ہاں، میں کر رہا ہوں بدتمیزی"

حیدر نے تلخی سے گردن موڑ کر اسے گھورا۔

"تم خاموش رہو ارشام یہ میرے اور میرے بھائی کے درمیان کی بات ہے۔"

سروش نے ارشام کو کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔

"تو پھر صرف بات کریں ، بدتمیزی نہیں۔"

ارشام کا لہجہ بھی سخت تھا۔

"حیدر کیا چاہتے ہو تم ؟"

شہروز بمشکل اپنے پیروں پر کھڑے تھے اپنے بچوں کو یوں بکھرتا ہوا دیکھ وہ خود بکھر رہے تھے --

"اپنا حصہ"

حیدر نے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"حیدر شہروز خان --"

شہروز خان اتنی زور سے دھاڑے کہ ہر کوئی اپنی جگہ ساکت ہو گیا۔ ان کا سانس پھول رہا تھا اور آنکھوں میں شدید ضبط کی سرخ لکیریں تھیں۔ انہوں نے دونوں ہاتھ پشت پر باندھے اور گہری نفی میں سر ہلایا۔

"دفع ہو جاؤ تم میری نظروں کے سامنے سے تم دونوں کو اس لئے سمبھال کر رکھا تھا کہ مجھے یوں بڑھاپے میں رسوا کرو"

شہروز خان نے حیدر کو گہری، سرد نگاہوں سے دیکھا۔ "تم یہی چاہتے تھے نا؟ الگ ہونا چاہتے تھے؟ تم آرام سے کہہ دیتے، اتنا گھناؤنا تماشا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کاروبار اتنی جلدی نہیں بانٹا جا سکتا اسے وقت لگے گا رہائش کے لئے اوپر والا پورشن خالی ہے چاہو تو اوپر شفٹ ہو جاؤ ورنہ تمہاری مرضی۔"

"میں اوپر والے پورشن میں کیوں جاؤں؟ بھائی صاحب جائیں گے اوپر میں نیچے ہی رہوں گا یہ نیچے والا پورشن میرا ہے۔"

سروش نے ششدر ہو کر اپنے بھائی کو دیکھا۔ اس کے گمان میں بھی نہ تھا کہ جس بھائی کی عزت و محبت پر اسے ناز تھا، اس کے اندر اچانک اتنا زہر کہاں سے آگیا۔ حیدر کے اس بدلے ہوئے اور سفاک روپ نے پورے خاندان کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں

"میں ابھی زندہ ہوں حیدر یہ فیصلہ میں ہی کروں گا کہ میرے ساتھ کون رہے گا۔۔۔ تم اپر جا سکتے ہو اگر تمہیں اعتراض ہے تو دروازہ کھلا ہے۔۔۔ جا سکتے ہو تم"

وہ دلبرداشتہ سے قدم اٹھاتے وہاں سے چلے گئے تھے۔۔۔

URDU NOVELS MAG

آہانہ کا دل بیٹھ گیا تھا، مگر حیدر کی ہٹ دھرمی نے سب کا دل برداشتہ کر دیا۔ ایک ایک کر کے، بوجھل قدموں کے ساتھ سب اپنے کمروں کی طرف لوٹ گئے، دسترخوان ویران ہو گیا۔

آخر میں صرف بی جان ڈائننگ ٹیبل پر اکیلی رہ گئیں۔

انہوں نے ارد گرد پھیلی خاموشی پر ایک فاتحانہ نگاہ دوڑائی۔ چہرے پر ایک زہریلی، مکارانہ مسکراہٹ ابھری۔ بڑی شان سے اپنی کالی چادر ارد گرد لپیٹی تسبیح ٹیبل پر رکھی اور نہایت سکون سے ڈونگے سے سالن کا چمچ بھرا اور اپنی پلیٹ میں ڈالا ۔

وہ کھاتے ہوئے دھیمے سروں میں گنگنانے لگی۔۔

"دشمن نہ کرے دوست نے وہ کام کیا ہے۔۔"

پھر روٹی کا ایک نوالہ سالن میں ڈبویا اور بڑے مزے سے چبانے لگی۔ کھانا واقعی بہت لذیذ بنا تھا...مگر افسوس کہ کوئی بھی نہیں کھا سکا---- ہاہاہا---- کامیابی مبارک ہو بینا----

وہ جھومتے ہوئے ایک اور نوالہ توڑ کر منہ میں ڈال چکی تھیں۔

رات کا وقت گھر کی فضا میں ایک ویرانی اور بوجھل پن گھلا ہوا تھا۔ سب اپنے اپنے کمروں میں بند تھے۔ سب کے دل افسردہ تھے۔ ارشام دھیمے قدموں سے چلتا ہوا آہانہ کے کمرے میں داخل ہوا۔

آہانہ کھڑکی کے پاس کھڑی باہر اندھیرے کو تک رہی تھی۔ اس کا چہرہ اترا ہوا تھا اور آنکھوں میں شکوؤں کی دھند تھی۔

"میری جان کیوں رو رہی ہو؟"

آہانہ کو خاموش دیکھ کر ارشام نے آگے بڑھ کر نرمی سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

"ارشام میرا دل پھٹ رہا ہے اور آپ رونے کا سبب پوچھ رہے ہیں"

"جاناں سب ٹھیک ہو جائے گا---"

"نہیں جب رشتوں میں دوریاں آجائیں تو کچھ ٹھیک نہیں رہتا"

"خون کے رشتے دور نہیں ہوتے---یہ سب وقتی ہے میرا یقین کرو سب ٹھیک ہو جائے گا"

"ہمیں سامان شفٹ کرنے کا کہا جا رہا ہے اور آپ ----آپ کہتے ہیں میں یقین رکھوں"

آہانہ چیخ کر بولی --

"کیا۔۔۔کیا مطلب شفٹ ؟؟ کہاں جارہے ہیں چاچو"

وہ آہانہ کے بالکل قریب آ گیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔۔۔وہ خاموش رہی ۔۔۔۔

"آہانہ کچھ تو بولو یار تمہاری خاموشی میرا دل چیر رہی ہے"

ارشام نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اسے اپنے اور قریب کر لیا۔

آہانہ نے کچھ دیر ارشام کے چہرے کو دیکھا، پھر بے اختیار اس کے سینے سے لگ گئی۔ وہ سسک رہی تھی بلک رہی تھی ۔۔۔اور ارشام اسے یوں تڑپتا دیکھ خود بھی تڑپ اٹھا تھا ۔۔۔ارشام نے اسے اپنی باہوں میں سمیٹ لیا۔

"ارشام ۔۔ ہم جدا ہو رہے ہیں ۔۔۔ کل ہم یہاں سے جا رہے ہیں"

آہانہ نے گویا بم پھوڑا تھا ۔۔

ارشام تڑپ کر اس سے الگ ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر یکایک چھا جانے والی حیرت رفتہ رفتہ بے یقینی اور غصے میں بدلنے لگی۔

"کیا فضول بکواس کر رہی ہو؟"

اس کی آواز میں ناگواری سے زیادہ اضطراب تھا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟ کون جا رہا ہے یہاں سے؟ چاچو نے کیا کہا ہے تم سے؟"

آہانہ نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس کے لب لرزے مگر آواز حلق میں کہیں اٹک کر رہ گئی۔

''ابو نے فیصلہ کر لیا ہے۔ وہ کل صبح یہ گھر چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انہوں نے سب کو سامان پیک کرنے کا کہہ دیا ہے۔''

''اور تم؟''

ارشام نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔

''میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گی۔۔ ارشام۔ میں اپنے ماں باپ کو اس حال میں تنہا نہیں چھوڑ سکتی۔''

وہ نظریں چراتے ہوئی بولی۔

''تم مجھ سے پوچھے بغیر یہ فیصلہ کیسے کر سکتی ہو؟''

اس کی آواز میں قطعیت تھی کہ آہانہ نے بے اختیار نظریں جھکا لیں۔

''میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جانا چاہتی ارشام خدا گواہ ہے میں آپ سے جدا ہونے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ مگر میں کیا کروں؟ ابو مجھ سے یہ نہیں پوچھیں گے کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ وہ حکم دیں گے اور مجھے ماننا پڑے گا۔''

"اور میری بات ؟؟؟ اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے ؟"

ارشام نے اس کے دونوں ہاتھ تھام لیے۔

''محبت کا مطلب یہ تو نہیں کہ انسان اپنے ہر رشتے کے سامنے اپنی ذات کو مٹا دے۔ تم ان کی بیٹی ہو، ان کا احترام تم پر لازم ہے، مگر تم میری بیوی بھی ہو، آہانہ تمہاری زندگی کا فیصلہ اب صرف تمہارے باپ کی ناراضی اور رضامندی سے نہیں ہوگا۔''

URDU NOVELS MAG

''آپ سمجھ کیوں نہیں رہے؟ ''

وہ بے بسی سے بولی۔

''یہ میرے لیے اتنا آسان نہیں ہے۔ میں ابو کے سامنے کھڑی ہو کر انہیں انکار نہیں کر سکوں گی۔ وہ پہلے ہی بہت دکھی ہیں۔ میں ان کے زخموں پر مزید نمک کیسے چھڑک دوں؟''

ارشام نے گہری سانس لی۔ اس کے چہرے پر اضطراب تھا ۔

''تو پھر مجھے بتاؤ، اس مسئلے کا حل کیا ہے؟ کیا میں تمہیں یوں ہی اپنے سے دور جاتا دیکھتا رہوں؟ کیا ہمارے نکاح کی حرمت اتنی کمزور ہے کہ کسی کی ناراضی کے سامنے دم توڑ دے؟''

''میں نے کب کہا کہ ہمارا رشتہ کمزور ہے؟''

آہانہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

''میں تو صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ کوئی ایسی راہ نکالیے جس میں مجھے اپنے باپ اور شوہر میں سے کسی ایک کا انتخاب نہ کرنا پڑے۔ میں دونوں کو کھونا نہیں چاہتی ارشام میں دونوں کو کھونا نہیں چاہتی۔''

اس کی آواز آخری جملے پر ٹوٹ گئی۔۔۔وہ ایک بار پھر سے رو رہی تھی مگر اس بار ارشام نے اسے نہ ہی اپنی باہوں میں سمیٹا نہ ہی چپ کروایا۔۔۔وہ تو بس ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا ۔

"آہانہ میں پھر سمجھا رہا ہوں اس گھر سے قدم باہر نہیں نکالنا"

"ارشام میں پابند ہوں اپنے باپ کے حکم کی آپ کیوں نہیں سمجھ رہے"

"کیا تم میری پابند نہیں ہو؟"

ارشام نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ہماری رخصتی نہیں ہوئی ہے ارشام"

آہانہ نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"تو میں ابھی دادا جان سے بات کرتا ہوں مجھے ابھی اسی وقت تمہاری رخصتی چاہیئے"

وہ جذباتی ہوتا جانے کے لئے مڑا ہی تھا کہ آہانہ اس کے رستے میں حائل ہوئی۔

"ارشام ابو نہیں مانیں گے۔۔۔"

"میں سب کو دیکھ لوں گا آہانہ بس تم میرا ساتھ دو"

''میں دادا جان کے پاس جاؤں گا۔ انہیں ساری صورتِ حال بتاؤں گا اور کہوں گا کہ وہ چاچو سے بات کریں۔ شاید وہ انہیں سمجھا سکیں کہ غصے میں کیا جانے والا فیصلہ صرف ایک گھر نہیں، کئی زندگیاں اجاڑ سکتا ہے۔''

''اور اگر دادا جان بھی ابو کو نہ روک سکے تو؟''

''تو میں کوئی اور راستہ نکالوں گا۔''

''اور اگر کوئی بھی راستہ نہ نکلا؟''

ارشام کے جبڑے بھینچ گئے۔ وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر بولا۔

''کیا چاہتی ہو تم کیوں میرا صبر آزما رہی ہو ایک بات اچھی طرح سمجھ لو، آہانہ تم میری بیوی ہو اور یہ گھر تمہارا بھی ہے۔ میں تمہیں اس طرح اپنے سے جدا نہیں ہونے دوں گا۔''

''آپ پاگل ہو گئے ہیں کیا؟ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟"

''تو کیا کروں؟ تمہارے جانے کی تیاریوں میں تمہارا ہاتھ بٹاؤں؟ ''

اس نے خشمگیں نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تمہارے منہ سے یہ سن کر مجھ پر کیا گزری ہے؟ تم کہہ رہی ہو کہ کل یہاں سے چلی جاؤ گی اور میں تمہیں سمجھاؤں کہ اچھا جاناں، اپنا خیال رکھنا، کبھی کبھار فون کر لینا؟''

آہانہ کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ ابھری۔۔

"آپ یونیورسٹی لینے آئیں تو ہم مل لیا کریں گے"

وہ ناراضگی دکھاتا خاموشی سے جانے لگا مگر آہانہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''آپ ہر بات کو اپنی ضد کیوں بنا لیتے ہیں؟''

''کیونکہ تمہارا معاملہ ہے۔''

اس نے بلا توقف جواب دیا۔

''ارشام۔۔۔''

''نہیں اب تم میری بات سنو۔"

''اس نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

''میں چاچو کو روکنے کی پوری کوشش کروں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ گھر نہ ٹوٹے، تمہارے ابو اور میرے ابو کے درمیان یہ نفرت نہ پنپے، اور تمہیں کسی ایسے امتحان سے نہ گزرنا پڑے جس میں دونوں طرف

تمہارے اپنے کھڑے ہوں۔ لیکن اگر اس سب کے باوجود تمہارے ابو تمہیں اپنے ساتھ لے جانے پر بضد رہے تو پھر تم میری بات یاد رکھنا۔''

اس کے لہجے کی سنجیدگی نے آہانہ کو خاموش کر دیا۔

''تم اس گھر سے قدم باہر نہیں نکالو گی۔''

آہانہ نے اپنا ہاتھ کھینچنے کی کوشش کی مگر ارشام نے گرفت نرم رکھتے ہوئے اسے روک لیا۔

''آپ مجھے حکم دے رہے ہیں؟''

''نہیں ریکویسٹ کر رہا ہوں ---اور خیال رکھنا یہ آخری نہ ہو"

آہانہ کی نگاہیں اس کے چہرے پر ٹھہر گئیں۔ اس کی آنکھوں میں غصے سے کہیں زیادہ جدائی کا خوف تھا۔

''میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جا رہی ارشام۔ حالات مجھے آپ سے دور لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ فرق سمجھیں۔''

"تم سے الگ ہوا تو میں مر جاؤں گا اس فرق کو تم کیوں نہیں سمجھ رہیں"

وہ اس کے قریب آیا اور اس کے ماتھے سے اپنا ماتھا ٹکا دیا۔

''پلیز تم ایسا قدم نہیں اٹھاؤ گی جو ہمارے رشتے کو نقصان پہنچائے۔ ہم دونوں مل کر اس کا حل نکالیں گے۔''

آہانہ کی آنکھیں پھر بھر آئیں۔ اس نے اپنا چہرہ اس کے سینے میں چھپا لیا۔

''مجھے ڈر لگ رہا ہے، ارشام۔ بہت ڈر لگ رہا ہے۔''

ارشام نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

''مجھے بھی ڈر لگ رہا ہے"

آج ارشام بھی ڈر گیا تھا۔۔ پل بھر میں کیسے ہر چیز بدل گئی تھی ---رشتے بکھر گئے تھے ---اسے کوشش کرنی تھی ان سب کو سمیٹنے کی ---- کیونکہ سوال اس کی آہانہ کا تھا۔۔

گھر کی دیواروں میں دراڑیں ڈالنے والی نفرت کے پیچھے بس ایک سوچ کارفرما ہوتی ہے جو رشتوں کو توڑنے کے لیے کافی ہوتی ہے۔وہ منفی سوچ کسی ہتھیار کی محتاج نہیں ہوتی۔

بعض اوقات ایک شخص کے دل میں بویا گیا شک پورے خاندان کے سکون کو نگل جاتا ہے، اور جب تک لوگوں کو اس کی جڑوں کا احساس ہوتا ہے، تب تک محبت کے کئی چراغ بجھنے کے قریب پہنچ چکے ہوتے ہیں۔

)لمحہ فکریہ(

رات خاصی بیت چکی تھی جب فرزام سکندر گھر لوٹا۔ دن بھر کی مصروفیات کے بعد وہ سیدھا لان میں آ بیٹھا اور اپنے بہت پرانے ملازم کریم بابا کو چائے بنانے کا کہہ دیا۔ لان کی نیم تاریکی میں اس کا چہرہ حسبِ معمول سپاٹ تھا۔

کچھ دیر بعد چائے کا کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے کریم بابا بولے۔۔

''فرزام بیٹا ایک بات کہوں؟''

فرزام نے نگاہ اٹھائی۔

"جی کہیے آپ کے گھر میں تو سب خیریت ہے نا؟ کسی چیز کی ضرورت تو نہیں؟"

کریم بابا ہنس پڑے۔

"آپ کے ہوتے ہوئے بھلا مجھے کس چیز کی کمی ہو سکتی ہے؟

"اللہ کے بعد ایک آپ ہی کا سہارا ہے۔"

فرزام نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔

"بیٹا آپ شادی کر لیجیے۔"

فرزام نے سر اٹھا کر کریم بابا کو ایسے دیکھا جیسے اسے ان کی دماغی حالت پر شبہ ہو پھر فرزام کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

URDU NOVELS MAG

"کون کرے گا مجھ سے شادی؟"

وہ ان کی باتوں پر مسکراتا ہوا چائے کا گھونٹ بھر گیا۔

"لڑکی کرے گی بیٹا"

"ہاہاہا اور وہ لڑکی کہاں سے آئی گی؟"

"اپنے اماں ابا کے گھر سے بیٹا"

"میرا ماضی جاننے کے بعد کوئی میرے ساتھ زندگی گزارنا تو دور، شاید میری صورت دیکھنا بھی پسند نہ کرے۔"

کریم بابا کے چہرے پر دکھ اتر آیا۔

''آپ کب تک اپنے ماضی کی سزا خود کو دیتے رہیں گے، فرزام بابا؟ جو گزر گیا اسے گزر جانے دیجیے۔''

فرزام پھر ہنسا ۔

''وہ مجھے گزرنے ہی کہاں دیتی ہے، بابا اس کی بددعائیں میرا پیچھا نہیں چھوڑتیں۔ ہر موڑ پر ہر لمحے، ہر رات یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کوئی ان دیکھی آواز میرے کانوں میں دہراتی ہو کہ مجھے کبھی سکون نصیب نہیں ہوگا۔ یہ بددعائیں میرا پیچھا کرتے کرتے مجھے قبر تک لے جائیں گی۔''

"ایسا کیوں سوچتے ہیں آپ ؟"

فرزام نے گہری سانس بھری ۔

''آپ نے سنا نہیں؟ انسان کو اکثر وہی ملتا ہے جس کا وہ مستحق ہوتا ہے۔ میں اپنے ماضی سے نظریں چرا بھی لوں تو کیا کچھ بدل جائے گا؟''

''مگر توبہ اور اصلاح کا دروازہ تو کبھی بند نہیں ہوتا فرزام بابا اور یہ دونوں کام میں نے آپ کو کرتے دیکھا ہے"

فرزام نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس سر جھکا کر چائے کا کپ اٹھا لیا۔

کریم بابا اس کی خاموشی کو سمجھتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئے مگر جاتے جاتے ایک جملہ کہہ گئے۔

''اللہ سے مایوس مت ہوئیے گا بیٹا اللہ کو اپنی مخلوق سے بڑا پیار ہے اس نے کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی آپ کے لئے دعائیں کرنے والا بھی اتارا ہو گا اور ایک دن وہ دعائیں ان بدعاؤں پر حاوی ہو جایئں گی"

فرزام نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا مگر وہ جا چکے تھے۔

وہ دوبارہ اندھیرے میں ڈوبے لان پر نگاہیں جمائے بیٹھا رہا۔ دل کے کسی گوشے میں ایک پرانی آواز پھر سے گونجی۔

"اللہ تمہیں برباد کرے سکندر"

اس نے کرب سے آنکھیں موند لیں --

"بھلا میرے لئے کون دعا کرے گا"

ایک آنسو اس کی بند آنکھوں سے نکل کر اس کے گال کو چھو گیا تھا ۔

URDU NOVELS MAG

چھ الگ کمروں میں چھ الگ بستروں پر چھ ہی لوگوں کی آنکھیں نیند سے محروم تھیں۔ ہر شخص اپنے خیالوں کے آسمان تلے کسی انجانے خوف کسی ادھورے سوال اور کسی ان کہی اذیت میں گم تھا۔ آزمائشیں جدا تھیں مگر دلوں پر اترنے والی بے چینی ایک جیسی تھی۔

یہ سب اپنی اپنی زندگی کے روزنِ زنداں میں مقید تھے کوئی رشتوں کی الجھنوں میں گرفتار تھا کوئی ماضی کی سزا بھگت رہا تھا اور کوئی مستقبل کے اندیشوں سے خوفزدہ تھا۔

مگر آنے والی صبح کس کے حصے میں کون سا امتحان لکھ کر لائے گی کس کی تاریکی میں روشنی کا کوئی روزن کھولے گی اور کس کی امیدوں کو زندان پھر سے آزمائے گی یہ راز ابھی وقت کی تہوں میں پوشیدہ ہے -

جاری ہے --

URDU NOVELS MAG